دسمبر ۱۹۶۹

ماہنامہ

حیاتِ نو

"یعنی (رضائے الٰہی کا حصول) وہ عظیم تر مقصد ہے جسے ایک سلیم الطبع کو اپنانا چاہئے اور وہ بھرپور نفع ہے جس کے لئے بھرپور تگ و دو کرنی چاہئے اس مقصد کے حصول کا اہم تر اور نفع تر ذریعہ وہ ہے، جسے امام حسن البناء شہیدؒ کی زبان میں تصنیف رجال کہتے ہیں۔ اخبار کو ترتیب دے کر، رسائل کی تالیف کر کے، کتابوں کی تصنیف سے، گفتگو کے ذریعہ، تحریر و تقریر کے رنگ میں اور گشت و سیاحت اختیار کر کے، بیماروں کو اتنا آشنائے صحت، گھٹے ہوئے سینوں کو اتنا کشادہ اور پژمردہ روحوں کو اتنی طراوت نہیں بخش سکتے جتنی ہم تصنیف رجال سے یہ کام لے سکتے ہیں، چنانچہ وہ لوگ جنہوں نے تعلیم و تدریس کا بیڑا اٹھایا ہے، وہ صحیح معنوں میں اپنی زندگی کا بہترین مصرف پاچکے ہیں اور دائمی سعادت کی راہ پر چل رہے ہیں۔"

(اداریہ مضمون "تصنیف الرجال" ملاحظہ فرمائیے)

انجمن طلبۂ قدیم جامعۃ الفلاح بلریا گنج اعظم گڈھ

مجلسِ ادارت

انصار احمد فلاحی	مدیر مسئول
حمد اللہ فراہی فلاحی	علی گڑھ
عبدالحی فلاحی	جامعہ ملیہ
جاوید اشرف فلاحی	مرتب
عبید اللہ فہد فلاحی	مرتب

عہدیدارانِ انجمن

مولانا ابوالمکارم فلاحی	صدر
انصار احمد فلاحی	سکریٹری
مولانا محمد عمران فلاحی	خازن

ارکانِ شوریٰ

ڈاکٹر ابرار احمد فلاحی	اعظم گڑھ
مولانا الیاس احمد فلاحی	نیپال
" شفیق عالم فلاحی	رانچی
" شفاعت احمد "	بستی
" مشرف حسین "	رام پور
" نور محمد "	جامعہ
" حمد اللہ فراہی "	علی گڑھ
" نسیم احمد غازی "	دہلی
" عبدالحلیم "	اعظم گڑھ
" اطہر ریحان "	علی گڑھ

کتابت:- بدر جمال اصلاحی
طباعت:- نشاط پریس ٹانڈہ

گئے نکلے۔ ان کی نماز و عبادت، ایثار و قربانی اور موت و زیست
صرف خدا کے لئے تھی، ان کے سینے ایمان و یقین، محبت الٰہی
اور خدا خوفی کے جذبات سے معمور تھے، انھوں نے محض حق
کی حمایت، اسلام کی نصرت اور رضائے الٰہی کے حصول کے
لئے اپنا اور اپنے خاندان کے لوگوں کا سر کٹانا گوارا کیا تھا۔

لیکن آہ! کہاں ہیں وہ آنکھیں جو شہادت حسینؓ کے
غم میں ماتم کناں ہیں؟ کہاں ہیں وہ دل جو حسینی حادثہ سے
مضطرب اور بے چین ہو جایا کرتے ہیں؟ کہاں ہیں وہ
زبانیں جو بر سر عام یزید کو گالیاں دیتیں اور حسینؓ کی مدح سرائی
کرتی ہیں؟ کاش وہ آنکھیں آنسو بہانے کے بجائے حیات
حسینؓ کا مطالعہ کرتیں اور اپنے لئے صحیح راہ عمل تجویز کرتیں
وہ دل فلاح انسانیت کے لئے بے چین ہوتے اور مزید اقدام
کرنے کی کوشش کرتے، وہ زبانیں یزید کو گالیاں دینے کے
بجائے خدا کی مدح و ثنا میں مصروف ہوتیں اور امن و سکون
کی پیاسی دنیا کو اسلام کی دعوت دیتیں۔

افسوس ہے کہ فدایانِ حسینؓ نے مغز کو چھوڑ دیا ہے اور
پوست پر قناعت کر لی ہے، جشن ماتم کے لئے کروڑوں روپے
ہر سال صرف کرتے اور بے انتہا دولت ضائع کرتے ہیں،
دل و جگر کو زخمی کرکے آنسوؤں کو بہا کر عقیدت کا مظاہرہ
کرتے ہیں، لیکن اگر دعوت حق کے لئے انھیں بلایا جائے
تو ان کے کان بہرے اور اعضاء و جوارح جواب دے جاتے
ہیں، خدمت خلق اور اشاعت اسلام اور کامرانی دوجہاں
کے حصول کی دعوت دی جائے تو طرح طرح کے حیلوں،
بہانوں کا سہارا لینے کی کوشش کرتے ہیں۔

یہ دن آ کر ہمیں جھنجھوڑتا اور درس عبرت دیتا ہے، ہمارے
دعوائے عشق و محبت کا ثبوت طلب کرتا ہے، راہ حق میں
جان دینے اور اپنی تمام صلاحیتیں لگا دینے کی وصیت کرتا ہے،
لیکن ہم میں سے کتنے ہیں جنھوں نے اس کی آواز سنی اور
اس کی دعوت پر لبیک کہنے کی کوشش کی ہو۔

مجھے اس موقع پر مولانا ابو الکلام آزادؒ کی تقریر کے
وہ الفاظ یاد آ رہے ہیں جو انھوں نے کلکتہ کے ایک جلسۂ
عام سے خطاب کرتے ہوئے دسویں محرم کو کہے تھے۔
آپ نے فرمایا تھا:۔

"اے عزیزانِ من! درد و الم کی یہ پاک
دعوتیں صرف اس روائی آپ، تسلسل صدا
اور شکوۂ عزاداری کے لئے نہیں ہوتیں، جو
آنسوؤں، فغانوں اور ماتموں کے نام سے
ظہور میں آ جائیں اور اگر ان کا یہی مقصد ہوتا
تو اس کے لئے انسان کی کوئی خصوصیت
نہ تھی، کتنے ہی سمندر پانی سے بھرے ہوئے
ہیں اور کتنے ہی جنگل شور و غوغا سے ہنگامہ زار
ہیں"۔

"طوفانِ نوح لانے سے اے چشم فائدہ؟
دو اشک بھی بہت ہیں اگر کچھ اثر کریں"

(شہادت حسینؓ، اجلاس عام کلکتہ، فروری ۱۹۲۰ء)

عالمگیر امن کا واحد راستہ — اسلامی نظام کا قیام

برما بدھسٹ حکومت وہاں کے مسلمانوں کے ساتھ جو
وحشیانہ برتاؤ کر رہی ہے وہ کسی بھی غیر متعصب اور
حقیقت پسند آدمی کے لئے قابل برداشت نہیں ہو سکتا۔
برما اور بنگلہ دیش حکومتوں کے درمیان معاہدہ قرار پانے کے
بعد برمی حکومت جن چند سو مسلمانوں کو پناہ دینے پر تیار
ہوئی، ایمنسٹی انٹرنیشنل لندن کی اطلاعات کے مطابق ان
کے ساتھ بھی نہایت درجہ بدسلوکی ہو رہی ہے، بلکہ وحشیانہ

پہونچنے پر پناہ میں لئے جانے والے نوجوانوں کو جیل میں بند
کر دیا گیا، قابل جسموں کو بردستی مزدوری کے لئے مجبور کیا گیا
اور عورتوں کو علیحدہ کیمپوں میں رکھا گیا، کسی کو بھی اپنے گھر جانے
کی اجازت نہیں دی گئی جس کی وجہ سے پناہ گزینوں میں
خوف وہراس اور اضطراب و بے کلی پھیلی ہوئی ہے اور ان
کی رہائش اور قیام وطعام کا نظم بھی بہت ناقص ہے۔

حیرت ہے کہ امن وسلامتی کا مرکز اور صلح وآشتی کا
بین الاقوامی ادارہ اقوام متحدہ (United Nations)
بھی کچھ کرنے سے قاصر ہے اور وہ برمی مسلمانوں پر کئے گئے
مظالم کو خاموش تماشائی کی طرح دیکھ رہا ہے۔

ہماری موجودہ تاریخ میں عالمگیر امن کا پہلا منصوبہ ۱۹۲۰ء
میں جمعیت اقوام (League Nations)
کی شکل میں بنایا گیا، مگر دوسری جنگ عظیم نے جمعیت اقوام
کو بچوں کے گھروندے کی طرح توڑ پھوڑ کر رکھ دیا۔ پھر
۲۵ جون ۱۹۴۵ء کو صدر روزویلٹ، مسٹر چرچل، مارشل
اسٹالن اور دنیا کے دوسرے سیاست دانوں کی مشترکہ
مساعی کے نتیجہ میں اقوام متحدہ (United Nations)
وجود میں آیا۔ لیکن بڑے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا
ہے کہ اقوام متحدہ آج سرد جنگ کا بین الاقوامی اکھاڑا
بن کر رہ گیا ہے، یہ بڑی طاقتوں کا کھلونا ہے، جو توقعات
اس سے وابستہ کی گئی تھیں وہ ہرگز پوری نہیں ہوئیں۔

واقعہ یہ ہے کہ عالمگیر امن کا کوئی بھی منصوبہ اس وقت
تک کامیاب نہیں ہو سکتا جب تک انسان کے ذہن و
دماغ پر ایک بالاتر ہستی کا خوف نہ طاری ہو اور مرنے کے
بعد آنے والی زندگی میں گرفت اور محاسبہ کا یقین نہ ہو
آج ہمیں عالمی امن وسلامتی کا مسئلہ درپیش ہے، جسے
ساری انسانیت بڑی شدت سے محسوس کر رہی ہے
ہم اس موقع پر دنیا کے تمام مفکرین اور سیاست دانوں کو
دعوت دیتے ہیں کہ انھوں نے امن کے مختلف منصوبے
اپنا کر دیکھ لئے، اب اسلام کے عالمگیر امن کے منصوبہ
کو بھی آزما کر دیکھیں۔ فَهَلْ مِنْ مُجِيب ؟

مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا

حصولِ آزادی سے پہلے ہم فرقہ وارانہ فسادات
کو انگریزوں کی "لڑاؤ اور حکومت کرو" کی پالیسی کا نتیجہ
سمجھتے تھے، مسلم کش فتنوں اور بلووں کے دھبے انگلش
دامن پر لگتے تھے، لیکن آج ہندوستان کو آزادی حاصل
ہوئے اکتیس سال ہو رہے ہیں، انگریز ہندوستان کو
بہت پہلے بھاگ چکے ہیں لیکن آج ہندوستان کو آزادی
حاصل ہونے کے باوجود مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی
جا رہی ہے، ان کا سیاسی اور معاشی استحصال ہو رہا ہے
ان کی جائدادیں ہڑپ کرنے کی لاکھ تدبیریں ہو رہی ہیں
اور اس طرح کے واقعات روزمرہ کے معمول بن چکے ہیں،
ابھی پچھلے فسادات کی دلخراش یادیں جگر کو خون اور کلیجے کو
دو نیم کر رہی تھیں کہ علی گڑھ کی مسلسل ایک ماہ کی بربریت نے
اور دم توڑ کر رکھ دیا، بے گناہوں کا قتل عام، آتشزدگی،
لوٹ مار، قانون کے محافظوں کی چیرہ دستیاں اور پی اے سی
کے مظالم نے پورے شہر پر ظلم وتعدی کا راج قائم کر دیا اور
ریڈیو کی اطلاعات کے مطابق حالات دن بدن خراب ہی ہوتے
جا رہے ہیں۔ یہاں ہم حکومت وقت سے پوچھنا چاہتے
ہیں کہ آج مسلم کشی کے ان واقعات کا ذمہ دار کون ہے؟
افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اگرچہ انگریز تو چلے گئے لیکن
انگریزی ذہنیت ابھی تک باقی ہے اور ہندو مسلم فرقہ بندی
کی باقاعدہ سرپرستی کی جا رہی ہے ضرورت ہے کہ اقبال کے
اس پیغام کو عام کیا جائے ؂

مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا ہندی ہیں ہم وطن ہے ہندوستاں ہمارا

جبرئیل امین سعیدی فلاحی

یوم عاشورہ
حدیث کے آئینے میں

عن عائشة رضي الله عنها قالت كان يوم عاشوراء تصومه قريش في الجاهلية وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصومه في الجاهلية فلما قدم المدينة صامه وأمر بصيامه فلما فرض رمضان ترك عاشوراء فمن شاء صامه ومن شاء تركه (رواه البخاري ومسلم)

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ قریش زمانۂ جاہلیت میں یوم عاشوراء (یعنی محرم کی دسویں تاریخ) کو روزہ رکھتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی روزہ رکھتے تھے پھر جب آپؐ (مکہ سے ہجرت کرکے) مدینے تشریف لائے تب بھی آپ نے روزہ رکھا اور آپ نے صحابۂ کرامؓ کو روزہ رکھنے کا حکم دیا، پس جب رمضان (کا روزہ) فرض کر دیا گیا تو آپ نے یوم عاشوراء کا روزہ (فرض کی حیثیت سے) رکھنا ترک کر دیا (اور فرمایا) جو شخص چاہے اس دن روزہ رکھے اور جو چاہے نہ رکھے۔

عن ابن عباس رضي الله عنه أن رسول الله قدم المدينة فوجد اليهود صياما يوم عاشوراء فقال لهم رسول الله صلى الله عليه وسلم ما هذا اليوم الذي تصومونه قالوا هذا يوم عظيم أنجى الله فيه موسى وقومه وغرق فرعون وقومه فصامه موسى شكرا فنحن نصومه فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم فنحن أحق وأولى بموسى منكم فصامه۔ (رواه البخاري)

ترجمہ:۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب (مکہ سے ہجرت کرکے) مدینہ تشریف لائے تو آپ نے یہودیوں کو یوم عاشوراء کو روزہ رکھتے دیکھا تو آپ نے ان سے پوچھا تمہارے نزدیک اس دن کی کیا خاص اہمیت ہے کہ تم اس دن روزہ رکھتے ہو؟ ان لوگوں نے جواب دیا (ہمارے نزدیک) یہ بڑی عظمت والا دن ہے، اسی دن اللہ نے موسیٰ (علیہ السلام) کو اور ان کی قوم کو نجات بخشی تھی اور فرعون اور اس کے لشکر کو غرقاب کر دیا تھا تو موسیٰ (علیہ السلام) نے خدا کے اس احسان کا شکر ادا کرنے کے

نے روزہ رکھا، پس ہم بھی (ان کی پیروی میں) اس دن روزہ رکھتے ہیں۔

نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے (یہودیوں کی یہ بات سن کر) فرمایا:- موسیٰ (علیہ السلام) سے ہمارا تعلق تم سے زیادہ ہے اور ہم اس کے زیادہ حق دار ہیں کہ (ان کی تقلید میں یوم عاشورا کو) روزہ رکھیں، پھر آپ نے (اس دن) روزہ رکھا۔

محترم قارئین قبل اس کے کہ ہم مندرجہ بالا احادیث کی توضیح وتشریح کریں، زیادہ مناسب ہوگا کہ ماہ محرم کی حیثیت کا مختصراً جائزہ قرآن کے آئینے میں لیتے چلیں۔

محرم الحرام کی حیثیت اور اس کی اہمیت تو اسی امر سے واضح ہوجاتی ہے کہ وہ ان چار مہینوں میں سے ایک ہے جس کو قرآن کریم نے محترم اور مقدس قرار دیا ہے یعنی یہ وہ محترم مہینے ہیں جن میں جنگ وجدال مسجد حرام میں بالخصوص اور اسلامی ریاستوں میں بالعموم ممنوع ہے، اور ان مہینوں کی تعظیم واحترام ہر مسلمان پر واجب ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ يَسْأَلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيهِ قُلْ قِتَالٌ فِيهِ كَبِيرٌ (لوگ تم سے محترم مہینوں میں جنگ وجدال کے بارے میں پوچھتے ہیں تو تم کہہ دو کہ ان مہینوں میں جنگ وجدال کرنا بہت بڑا گناہ ہے) اور دوسرے مقام پر فرمایا۔ فَإِذَا انسَلَخَ الْأَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدتُّمُوهُمْ (اور جب مقدس و محترم مہینے گذر جائیں تو تم مشرکوں کو (حالت کفر میں) جہاں کہیں بھی پاؤ قتل کر دو۔

مندرجہ بالا آیات سے یہ حقیقت منکشف ہوگئی کہ چار مہینوں یعنی رجب، ذی قعدہ، ذی الحجہ اور محرم الحرام کی حرمت وعظمت قرآن مجید سے ثابت ہے۔

چونکہ ہمیں اس وقت ان چار مہینوں میں سے ماہ محرم الحرام کے دسویں دن یعنی (یوم عاشورا) پر گفتگو کرنی ہے، لہذا بقیہ تین مہینوں کو چھوڑ کر ہم ماہ محرم پر بحث کریں گے۔

یوں تو ماہ محرم کا ہر دن محترم ہے، لیکن یوم عاشورا (محرم کی دسویں تاریخ) کو اس کے اور دنوں پر فضیلت وفوقیت حاصل ہے۔

آئیے، یوم عاشورا کی عظمت واہمیت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک مندرجہ بالا حدیثوں میں ملاحظہ فرمائیں اور اس کے منشا اور مدعا کو سمجھیں۔

پہلی حدیث سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ زمانہ جاہلیت میں نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم قریش کے ساتھ یوم عاشورا کا روزہ برابر رکھتے تھے لیکن آپ نے مکی زندگی میں اپنے اصحاب کو اس دن روزہ رکھنے کا حکم نہیں دیا بلکہ صرف اسے اپنے آپ تک محدود رکھا۔ لیکن جب ہم حضرت ابن عباس کی حدیث پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ہجرت کے بعد جب آپ کو مدینہ میں بزبان یہود یوم عاشورا کی عظمت اور اس کی اہمیت معلوم ہوئی تو آپ نے اس دن موسیٰ علیہ السلام کی تقلید و پیروی میں روزہ رکھنے کے ساتھ ساتھ صحابۂ کرامؓ کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا، مگر جب رمضان شریف کا روزہ فرض کر دیا گیا تو نبی اکرمؐ نے یوم عاشورا کے روزے کو نفل قرار دیا اور فرمایا کہ جو شخص چاہے اس دن روزہ رکھے اور جو چاہے نہ رکھے، اس دن روزہ نہ رکھنے پر گناہ تو نہیں ہے لیکن رکھنے پر ثواب ضرور ہے۔

زیادہ مناسب اور بہتر تو یہ ہے کہ محرم کی دسویں تاریخ کے ساتھ ساتھ نویں محرم کو بھی روزہ رکھا جائے کیونکہ حضرت ابن عباسؓ ہی روایت کرتے ہیں کہ نبی امیؐ نے فرمایا کہ:- صُومُوا التَّاسِعَ وَالْعَاشِرَ (یعنی تم لوگ نویں اور دسویں

محرم کو روزہ رکھو۔ ایک اور حدیث ابن عباس ہی سے مروی ہے جس سے دسویں محرم کے ساتھ ساتھ نویں محرم کو بھی روزہ رکھنے کا اشارہ ملتا ہے۔ حدیث اس طرح ہے :-

عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ حِيْنَ صَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ وَ اَمَرَ بِصِيَامِهِ قَالُوْا
يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّهُ يَوْمٌ تُعَظِّمُهُ الْيَهُوْدُ وَ النَّصَارٰى
فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا كَانَ
الْعَامُ الْمُقْبِلُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ صُمْنَا الْيَوْمَ التَّاسِعَ قَالَ فَلَمْ
يَاْتِ الْعَامُ الْمُقْبِلُ حَتّٰى تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ ۔ (رواہ مسلم)

ترجمہ :- حضرت ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ جب نبی اکرمؐ خود بھی یوم عاشوراء کا روزہ رکھنے لگے اور صحابہ کرام کو بھی روزہ رکھنے کی تاکید فرماتے تو صحابہ کرام نے آپ سے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسولؐ ! اس دن کو یہود و نصاریٰ بڑے دن کی حیثیت سے مناتے ہیں (یعنی ہم اس دن روزہ رکھتے ہیں تو ان کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے)۔ آپؐ نے فرمایا جب اگلا سال آئے گا تو ان شاء اللہ ہم نویں تاریخ کو بھی روزہ رکھیں گے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں مگر اگلا سال آنے سے پہلے ہی نبی اکرمؐ دنیا سے انتقال فرما گئے۔

اس حدیث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فی الحقیقت عملی طور پر نویں محرم کو روزہ نہیں رکھا تھا تاہم آئندہ رکھنے کا ارادہ ضرور فرما لیا تھا، لیکن زندگی نے وفا نہ کی اور آپؐ اس سال کے آنے سے قبل ہی اپنے حقیقی رب سے جا ملے یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا۔

مذکورہ بالا احادیث سے یوم عاشوراء کی حقیقت اور اس کی برکت و عظمت واضح ہوگئی اور یہ چیز بھی سامنے آگئی کہ اس دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل کس کیا تھا اور آپؐ نے اپنے اصحاب کو اس دن کیا کرنے کا حکم دیا تھا۔ لیکن ذرا ہم اپنی زندگیوں کا جائزہ لیں کہ ہم اس مبارک دن کو کس طرح گزارتے ہیں۔ اس مبارک دن میں ہمیں کیا کرنا چاہئے تھا اور ہم کیا کرتے ہیں۔

اگر ہم تاریخ پر نگاہ ڈالیں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ یہ دن اپنے دامن میں روح پرور مناظر اور ایمان افروز واقعات رکھتا ہے۔

یہی وہ مبارک دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور اہل ایمان کو فرعون جیسے جابر اور ظالم شخص سے نجات بخشی اور اس کے اعوان و انصار کو غرقاب کر دیا، یہی وہ بابرکت دن ہے جس میں توحید کے اولو العزم دیوانوں اور دین حق کے شیدائیوں نے میدان کربلا میں سر کٹانا تو پسند کر لیا لیکن باطل کے سامنے سر جھکانا گوارا نہ کیا۔ لیکن ـــ افسوس ! آج ہم اس مبارک دن کو کس طرح مناتے ہیں، ہمیں تو اس دن اللہ کے احسان پر بطور شکرانہ روزہ رکھنا چاہئے تھا تاکہ ہم خدا کے احسان عظیم کا شکر و سپاس بہتر طریقہ سے ادا کر پاتے، پر ہم اس بابرکت دن کو فرضی رسومات ادا کرنے میں صرف کر دیتے ہیں، ہمیں تو یہ چاہئے تھا کہ اس دن ہم اپنے اسلاف اور بزرگان دین کی راہ حق میں عظیم قربانیوں اور ایمان افروز کارناموں سے درس و نصیحت لیتے لیکن افسوس! ہم اس باعظمت اور بابرکت دن کو لہو و لعب اور گریہ و ماتم کی نذر کر دیتے ہیں۔

کاش! ہم یوم عاشوراء کی حقیقت کو سمجھ لیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ پر عمل کریں تو ہم اس عظیم دن کی حقیقی سعادتوں اور برکتوں سے ہمکنار ہو سکتے ہیں۔ خدایا ! ہدایت تو تیرے ہی ہاتھ ہے۔

وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا اَنْ هَدٰنَا اللّٰهُ ۔
وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ ۔ وَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ۔

ارشاد احمد ارشد فلاحی

حسینی عزم لیکر گامزن ہو جادۂ حق پر

حسینی عزم لے کر گامزن ہو جادۂ حق پر
کہ تیرا نام ہو اس صفحۂ ہستی پہ لافانی

اساس ملت بیضا ہو مستحکم زمانے میں
زمانہ دیکھے پھر صبح خلافت کی درخشانی

جھکے ہرگز نہ پیشانی تری طاغوت کے آگے
جہاد راہ حق میں پیش کر دے سر کی قربانی

تصور سے ترے، باطل کی بنیادیں لرز اٹھیں
کر اپنے آپ میں پیدا، تو اب وہ جوش ایمانی

تحریر وقت کے ماتھے پہ گر، بل ہے تو کیا غم ہے
کہ نفرت کو تری، موجود ہے اک عہد قرآنی

نہ گھبرا، گر مصیبت کے سمندر بھی امنڈ آئیں
کلیمی عزم پیدا کر، کہ تجھکو راہ دے پانی

حوادث کے تھپیڑوں سے نہ یوں از کار رفتہ ہو
ڈبوئے گی نہ کشتی کو تری موجوں کی طغیانی

جلاؤ نور کی مشعل ہر اک سو، دور ہو ظلمت
تمہیں پر منحصر ظلمت کدے کی ہے درخشانی

غموں کی چھاؤں میں پل کر، رموز آگہی لیکر
جہاں والوں کو دو پیغام حق، پیغام ربانی

نکل، میدان میں آ، عظمت رفتہ کو کر حاصل
تری گم گشتہ عظمت ہے اب اک وجہ پشیمانی

پیام مصطفےٰ جب طاق نسیاں کر دیا تو نے
تو پھر کیوں جھیلتا ہے تو پریشانی پر پریشانی

بھلا کیسے ترقی کر سکے وہ قوم اے ارشدؔ
سرایت کر گئی جس کی رگ و پے میں تن آسانی

نمودِ صبح

ایک تیسرا گروہ ان انبیاء و مصلحین کا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ یہ کائنات خود بخود وجود میں نہیں آگئی ہے بلکہ اس کا ایک خالق، مالک، حاکم، مدبر اور منتظم و فرماں روا بھی ہے۔ انسان کو اسی مقتدر اعلیٰ نے پیدا کیا ہے اور اس کے ساتھ ہی اس کی ہدایت کا سامان بھی مہیا کیا ہے۔ انبیاء اس کی ہدایت کا پیغام لے کر آتے رہے اور انسانیت کو راہِ حق سے روشناس کراتے رہے۔ آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ پر اللہ نے اپنی آخری کتاب اتاری۔ قرآن عالم انسانیت کے نام ایک جامع اور اکمل پیغام ہے۔ یہ فتنہ و فساد کو ختم کرنے کے لئے قوانین و احکام نافذ کرنے کے ساتھ ساتھ ہمیں یہ شعور بھی عطا کرتا ہے کہ جس طرح موسموں کے تغیر کے ساتھ زندگی کی مختلف انواع پلٹ کر آتی رہتی ہیں پھول مرجھا جاتے ہیں اور پھر لوٹ آتے ہیں، سبزہ بیگانہ اپنا سبز بانا فرش بار بار بچھاتا ہے اور پھر زرد ہو کر مرجھا جاتا ہے۔ لیکن بارش کی چند چھینٹوں سے پھر اپنی وہی سبز وردی پہنے ہوئے لوٹ آتا ہے تو کیا صرف انسان ہی کے لئے یہ مقدر ہے کہ وہ مر کر دوبارہ لوٹ نہ سکے؟ کیا انسان یہ سمجھ رہا ہے کہ اس کو یوں ہی چھوڑ دیا جائے گا؟ کیا اس کے اعمال کی باز پرس نہ ہوگی؟ کیا وہ دنیا میں کسے گا ستم ظالم سے ... اور ظالم ... نہ بچ سکے گا؟ کیا مظلوم کو کہیں انصاف نہیں ملے گا؟

خدا کی طرف سے بھیجا ہوا آخری نظام حیات اور دستور عمل اسلام، انسانی زندگی کے تمام گوشوں کو محیط ہے چاہے وہ دینی ہوں یا دنیاوی، سیاسی ہوں یا معاشی، اخلاق سے ان کا تعلق ہو یا معاشرت سے۔ یہاں گفتگو اقتصادی مسئلہ پر ہو رہی ہے۔ اس لئے ہم اسی پہلو کو مختصراً اجاگر کرنے کی کوشش کریں گے۔

اسلام ایک معتدل نظام

اسلام سرمایہ داری اور اشتراکیت دونوں نظاموں کے درمیان معتدل نظام قائم کرتا ہے۔ جس کا اصل الاصول یہ ہے کہ فرد کو اس کے پورے شخصی حقوق بھی دے جائیں اور اس کے ساتھ تقسیم ثروت کا توازن بھی نہ بگڑنے پائے۔ ایک طرف وہ فرد کو شخصی ملکیت کا حق اور اپنے مال میں تصرف کرنے کے اختیارات دیتا ہے، دوسری طرف وہ ان سب حقوق اور اختیارات پر باطن کی راہ سے کچھ ایسی اخلاقی پابندیاں اور ظاہر کی راہ سے کچھ ایسی قانونی بندشیں لگا دیتا ہے، جن کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ثروت کا غیر معمولی اجتماع نہ ہو سکے۔ اس کی نمایاں ترین صفت یہ ہے کہ یہ لوگوں کو کسی کام پر آمادہ کرنے کے لئے وہ ابتدا ہی قانون و طاقت سے مدد نہیں لیتا بلکہ اپنے اخلاقی

وثاقوتی طور طریق سے وہ جماعت کے ہر فرد کو اپنی طاقت کیلئے آمادہ کر لیتا ہے اور ان پر کچھ بندشیں بھی ڈال دیتا ہے جو اس کو اس نظام کے اندر رہنے پر مجبور کر دیں۔ معاشیات سے متعلق قرآن نے جن اساسی اصولوں کا تذکرہ کیا ہے وہ یہ ہیں:-

۱۔ حقِ معیشت میں مُساوات

انسان اس کو سخت نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے کہ معاشرے میں چند افراد ساری دولت پر کنڈلی مار کر بیٹھ جائیں اور عوام فقر و فاقہ اور قحط و تنگ سالی کے شکار ہو جائیں، وہ چاہتا ہے کہ اگر کچھ لوگ معیشت میں ترقی کر کے کروڑ پتی بن جائیں تو اس کا دوسروں کے حق معیشت پر اثر نہ پڑے اور وہ اس کی وجہ سے خستہ حالی و بدحالی کا شکار نہ ہوں، ان کی وجہ سے غریبوں پر رزق کے دروازے بند نہ ہو جائیں، بلکہ ہر شخص کے لئے ترقی کی راہ ہموار ہونی چاہئے۔

قال عمرؓ لو استقبلت من امری ما استدبرت لاخذت فضول اموال الاغنیاء فقسمتها علی فقراء المہاجرین

حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ جس بات کا مجھے آج اندازہ ہوا ہے، اگر اس کا پہلے سے اندازہ ہو جاتا تو میں کبھی تاخیر نہ کرتا اور بلاشبہ اربابِ ثروت کی فاضل دولت لے کر فقراء و مہاجرین میں بانٹ دیتا۔

عن محمد بن علی انہ سمع علی بن ابی طالب یقول ان اللہ تعالیٰ فرض علی الاغنیاء فی اموالہم بقدر ما یکفی فقراءہم فان جاعوا او عروا او جھدوا فبمنع الاغنیاء وحق علی اللہ تعالیٰ ان یحاسبہم یوم القیامۃ و یعذبہم علیہ

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ اللہ نے اہل دولت کے اموال پر ان کے غریبوں کی معاشی حاجت کو بدرجہ کفایت پورا کرنا فرض کیا ہے پس اگر وہ بھوکے ننگے یا معاشی مصائب میں مبتلا ہوں گے تو محض اس لئے کہ اہل ثروت اپنا حق ادا نہیں کرتے اس لئے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی بازپرس کرے گا اور کوتاہی پر ان کو عذاب دے گا۔

۲۔ درجاتِ معیشت

معیشت میں مساوات کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ سب کی اجرت ایک ہو اور سب کا معیار زندگی برابر ہو بلکہ اس کا مفہوم صرف یہ ہے کہ معیشت کے حصول کا موقع ہر شخص کو یکساں ملنا چاہئے۔ رہی معیشت میں درجہ بندی تو یہ تو ضروری ہے کیونکہ امارت و غربت تو فطری چیزیں ہیں۔

اھم یقسمون رحمت ربک نحن قسمنا بینہم معیشتہم فی الحیاۃ الدنیا ورفعنا بعضہم فوق بعض درجات۔

کیا یہ لوگ تیرے رب کی رحمت تقسیم کرنا چاہتے ہیں، ہم نے ان کی روزی کو اس دنیا میں ان کے درمیان تقسیم کر دی ہے اور بعض کو بعض پر اندر درجہ عطا کیا ہے۔ (زخرف ۳۲)

ھو الذی جعلکم خلائف فی الارض ورفع بعضکم فوق بعض درجات لیبلوکم فی ما اٰتاکم۔ (انعام)

اسی نے تم کو زمین میں اپنا جانشین بنایا ہے اور تم میں بعض کو بعض پر بلند مرتبے عطا کئے ہیں تاکہ دی ہوئی نعمتوں میں وہ تم کو آزمالے۔

۳۔ اکتناز و احتکار کی حُرمت

تیسرا بنیادی اصول یہ ہے کہ اسلام احتکار سے

سے منع کرتا ہے اور اس کے مرتکبین کو سخت سزا کا مستوجب گردانتا ہے کیونکہ معاشرے میں ساری معاشی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔

وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ يَوْمَ يُحْمَىٰ عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوَىٰ بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ هَٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِأَنفُسِكُمْ فَذُوقُوا مَا كُنتُمْ تَكْنِزُونَ۔

(توبہ ع ۵)

اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اس کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے تو انھیں دردناک عذاب کی بشارت دے دو جس دن کہ جہنم کی آگ میں اسے تپایا جائے گا اور اس سے ان کے چہرے، پہلو اور پشت داغے جائیں گے اور کہا جائے گا: یہی ہے وہ چیز جسے تم جمع کرتے رہتے تھے تو جو کچھ جمع کرتے تھے اس کا مزہ چکھو۔

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ هُوَ خَيْرًا لَّهُم بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ (آل عمران)

اللہ نے جن کو اپنے فضل سے نوازا ہے اور وہ اس میں کنجوسی کرتے ہیں تو وہ نہ سمجھیں کہ ان کے لئے بہتر ہے بلکہ وہ ان کیلئے شر ہے، عنقریب ان کی گردن میں ان تمام اموال کا طوق ڈال دیا جائے گا۔

اسلام نیک راہ میں اموال خرچ کرنے کا حکم دیتا ہے۔ قرآن میں بار بار اس حکم کے اعادہ میں یہ بتاتا ہے کہ مال ہے ہی اس لئے کہ اسے خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کا ذریعہ سمجھا جائے۔

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ۔

(توبہ)

یہ صدقات تو در اصل فقیروں اور مسکینوں کے لئے ہیں اور ان لوگوں کے لئے جو صدقات کے کام پر مامور ہوں اور ان کیلئے جن کی تالیف قلب مطلوب ہو نیز گردنوں کو چھڑانے اور قرضداروں کی مدد کرنے میں اور راہ خدا میں اور مسافر نوازی میں استعمال کرنے کے لئے ہیں، ایک فریضہ ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ سب کچھ جاننے والا اور دانا و بینا ہے

۴۔ فاسد نظام معیشت کا انسداد

اسلام ان تمام چیزوں کو "ناجائز" قرار دیتا ہے جو مضر ہوں جن سے اخلاقی روحانی اور تمدنی و معاشرتی زوال پیدا ہو اور جن سے انسانیت پر ضرب آنے کا اندیشہ ہو، چنانچہ قرآن صاف طور سے کہتا ہے:۔

أَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا (بقرہ)

اللہ نے بیع کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام۔

إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ (مائدہ)

یہ شراب اور جوا اور یہ آستانے اور پانسے، یہ سب گندے شیطانی کام ہیں، ان سے پرہیز کرو۔

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ وَإِذَا كَالُوهُمْ أَو وَّزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ (مطففین)

ہلاکت ہے کم کر دینے والوں کیلئے کہ جب وہ لوگوں کی چیزوں کو ناپ کر لیں تو پورا لیں اور جب انھیں ناپ کر دیں یا وزن کر کے دیں تو کم کر دیں۔

سے منع کرتا ہے اور اس کے مرتکبین کو سخت سزا کا موجب گردانتا ہے، کیونکہ معاشرے میں ساری معاشی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔

وَالَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا یُنْفِقُوْنَهَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ یَوْمَ یُحْمٰی عَلَیْهَا فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُکْوٰی بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا کَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِکُمْ فَذُوْقُوْا مَا کُنْتُمْ تَکْنِزُوْنَ۔ (توبہ ع ۵)

اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اس کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے تو انھیں دردناک عذاب کی بشارت دے دو جس دن کہ جہنم کی آگ میں انھیں تپایا جائے گا اور اس سے ان کے چہرے، پہلو اور پشت داغے جائیں گے اور کہا جائے گا یہ ہے وہ چیز جسے تم جمع کرتے رہتے تھے تو جو کچھ جمع کرتے رہے تھے اس کا مزہ چکھو۔

وَلَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ بِمَا اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَیْرًا لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَیُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ۔ (آل عمران)

اللہ نے جن کو اپنے فضل سے نوازا ہے اور وہ اس میں کنجوسی کرتے ہیں تو وہ نہ سمجھیں کہ ان کے لئے یہ بہتر ہے بلکہ یہ ان کیلئے شر ہے، عنقریب ان کی گردن میں ان تمام اموال کا طوق ڈال دیا جائے گا۔

اسلام نیک راہ میں اموال خرچ کرنے کا حکم دیتا ہے، قرآن میں بار بار اس حکم کے اعادہ سے یہی پتا لگتا ہے کہ مال سے ہی اس لئے کہ اسے خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کا ذریعہ سمجھا جائے۔

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰکِیْنِ وَالْعٰمِلِیْنَ عَلَیْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِی الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِیْنَ وَفِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِیْلِ فَرِیْضَةً مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ۔ (توبہ)

یہ صدقات تو دراصل فقیروں اور مسکینوں کے لئے ہیں اور ان لوگوں کے لئے جو صدقات کے کام پر مامور ہوں اور ان کیلئے جن کی تالیف قلب مطلوب ہو نیز گردنوں کو چھڑانے اور قرضداروں کی مدد کرنے میں اور راہ خدا میں اور مسافر نوازی میں استعمال کرنے کے لئے ہیں، ایک فریضہ ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ سب کچھ جاننے والا اور دانا و بینا ہے۔

۴۔ فاسد نظامِ معیشت کا انسداد

اسلام ان تمام چیزوں کو ناجائز قرار دیتا ہے جو مضر ہوں جن سے اخلاقی و روحانی اور تمدنی و معاشرتی زوال پیدا ہو اور جس سے انسانیت پر ضرب آنے کا اندیشہ ہو، چنانچہ قرآن صاف طور سے کہتا ہے:-

اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا۔ (بقرہ)

اللہ نے بیع کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام۔

اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ۔ (مائدہ)

یہ شراب اور جوا اور یہ آستانے اور پانسے یہ سب گندے شیطانی کام ہیں، ان سے پرہیز کرو۔

وَیْلٌ لِّلْمُطَفِّفِیْنَ الَّذِیْنَ اِذَا اکْتَالُوْا عَلَی النَّاسِ یَسْتَوْفُوْنَ وَاِذَا کَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ یُخْسِرُوْنَ۔ (مطففین)

ہلاکت ہے کم کرنے والوں کیلئے کہ جب وہ لوگوں کی چیزوں کو ناپ کر لیں تو پورا لیں اور جب انھیں ناپ کر دیں یا وزن کر کے تو کم کر دیں۔

بکثرت احادیث میں یہ بات بتائی گئی ہے کہ وہ چیزیں استعمال نہ کرو جن سے کبر و غرور اور تعیش کی بو نکلتی ہو۔

آپ نے فرمایا :-

ولا تشربوا في آنية الذهب والفضة ونهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن لبس الحرير والديباج وعن لبس القسي والمياثر والأرجوان۔ (بخاری کتاب اللباس)	سونے اور چاندی کے برتنوں میں نہ پیو اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حریر و ریشم کے پہننے سے منع فرمایا ہے۔
وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم من لبس ثوب شهرة في الدنيا ألبسه الله ثوب مذلة يوم القيامة۔ (مشکوٰۃ)	اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے شہرت کے لئے دنیا میں کپڑے پہنے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے ذلت کا لباس پہنائے گا۔
وعن حذيفة قال نهانا النبي أن نشرب في آنية الذهب والفضة وأن نأكل فيها وعن لبس الحرير والديباج وأن نجلس عليه [illegible]	اور حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حریر و ریشم کے استعمال سے منع فرمایا ہے اور اس سے بیٹھنے سے بھی، اس پر بھی بیٹھنے سے منع کیا ہم [illegible]

مصارف کے بنیادی اصول

اسلام نے یہ بھی متعین کر دیا ہے کہ اموال کہاں خرچ کئے جائیں، اس طرح وہ فاسد راہیں بالکل مسدود کر دیتا ہے جن سے فحش کے پھیلنے کا اندیشہ ہو اور ان تمام بنیادوں کو منہدم کر دیتا ہے جن پر غلط معیشت کی عمارت کھڑی ہوتی ہے، قرآن صراحۃً حکم دیتا ہے۔

وَآتِ ذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ وَالْمِسْكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِرَبِّهِ كَفُورًا ... وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَحْسُورًا	اور رشتہ داروں، مسکینوں اور مسافروں کو ان کا حق دو اور فضول خرچی نہ کرو، فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا نافرمان ہے.... اور اپنے ہاتھ کو اپنی گردن میں بندھے رکھو اور نہ اسے پوری طرح کھول دو کہ تم (آخر میں) قابل ملامت و حسرت کش ہو۔

پھر قانون کے ساتھ ساتھ قرآن اخلاقی قدغن بھی عائد کر دیتا ہے، اس کا سارا فلسفہ ہی عقیدۂ توحید و آخرت اور حیات بعد الممات پر قائم ہے اور سچی بات تو یہ ہے کہ اگر دنیا کی بے ثباتی انسان کی نگاہوں کے سامنے ہو اور خدا کا خوف دل میں جاگزیں ہو تو یہ ممکن نہیں کہ وہ دنیا میں فتنہ و فساد کا ارتکاب کرے۔

یہی ایک کرن ہے جو ظلمتوں کی اس وادی میں کہیں نظر آتی ہے، اگر ہم دنیا کے مسائل کا حقیقی حل چاہتے ہیں تو ضروری ہے کہ ہم اسلام کی طرف پلٹیں اور اپنے مسائل اسی کے اصولوں کی روشنی میں حل کرنے کی کوشش کریں۔

”حیاتِ نو“ کی اشاعت اور اس کی توسیع میں بھرپور حصہ لینا آپ کا اخلاقی فریضہ ہے۔ (ادارہ)

بنگلہ دیش — اسلام کی راہ پر گامزن

بنگلہ دیش کے رہنما مولانا اے، کے، ایم یوسف سے انٹرویو

س:- اس وقت سیاسی لحاظ سے آپ کس تنظیم کے ساتھ وابستہ ہیں۔

ج:- ۱۹۷۶ء میں میجر جنرل ضیاء الرحمان کی حکومت نے دستور میں ترمیم کر کے سیاسی پارٹیوں کے قیام کی اجازت دے دی، اگرچہ یہ اجازت مشروط تھی لیکن ہم نے بھی دعوت دی، ہمارے ساتھ ایسے لوگ اور بھی تھے جن پر مجیب حکومت نے مظالم ڈھائے تھے، ہم نے مل جل کر اسلامک ڈیموکریٹک لیگ بنائی۔ نظام اسلام پارٹی اور بنگلہ دیش ڈیموکریٹک پارٹی اپنی اپنی حیثیت ختم کر کے لیگ میں ضم ہو گئیں، لیگ کے سربراہ مولانا عبدالرحیم، سکریٹری جنرل مولانا عبدالسبحان اور میں نائب صدر ہوں۔

س:- شیخ مجیب الرحمٰن کے زمانے میں جماعت اسلامی معتوب تھی، اب اسی نام سے جماعت اسلامی کا احیاء کیوں نہیں ہوا؟

ج:- جماعت اسلامی نام کے لئے حکومت کی اجازت درکار تھی جو نہ مل سکی، اس لئے جماعت ہی کے افراد نے مل کر اسلامک ڈیموکریٹک لیگ بنائی۔

س:- مجیب نے جماعت اسلامی کے خلاف غلط پروپیگنڈا کیا تھا کیا اس کے اثرات اب بھی موجود ہیں؟

ج:- عوامی لیگ نے نہ صرف یہ کہ جماعت اسلامی کے خلاف غلط پروپیگنڈہ کیا بلکہ غلط قسم کے بلند بانگ دعوے بھی کئے تھے لیکن لوگوں نے جب عوامی لیگ کے کارنامے دیکھے تو یہ اندازہ لگا لیا کہ جماعت اسلامی ٹھیک ہی کہتی ہے، عوامی لیگیوں نے قانون کو ہاتھ میں لیا اور لوٹ مار شروع کر دی، جس سے اصلاح احوال کے متعلق ان کے کئے گئے وعدوں کی قلعی کھل گئی اور اس طرح بھی لوگوں پر ہماری دعوت نمایاں ہو گئی۔

س:- تحریک اسلامی کس حال میں ہے؟

ج:- سب کو معلوم ہے کہ بنگلہ دیش بننے سے پہلے ہم نے کیا کردار ادا کیا تھا، وہاں بنگلہ نیشنلزم کی تحریک چلی، ہم نے اس تحریک کو روکنے کی کوشش کی، ہم اسلامی نظام کے لئے کوشاں رہے لیکن ہماری کوششیں بار آور ثابت نہ ہو سکیں اور بنگلہ دیش بن گیا، بنگلہ دیش بننے کے بعد لادینیت کا دور دورہ تھا۔ جس میں بالآخر مجیب کے ساتھیوں ہی نے ان کا خاتمہ کر دیا، ان حالات میں ہمیں بہت سی مشکلات پیش آتی رہیں، بہرحال اب تحریک اسلامی کا کام بہتر ہو رہا ہے بلکہ اللہ کا کرم ہے کہ ہر طبقے میں دین کا شعور پیدا ہو گیا ہے۔ مجیب کی عوامی حکومت میں

اسلامی لٹریچر کی بے حرمتی کی جاتی اور سڑکوں پر پھینک دیا جاتا تھا اور ردی کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا۔ اب ہم نے لٹریچر دوبارہ تیار کر لیا ہے اور کچھ مختلف اداروں میں چھپ رہا ہے۔ تفہیم القرآن کا ترجمہ بنگلہ زبان میں ہو رہا ہے بلکہ تقریباً تکمیل کو ہے۔ تفہیم القرآن کے علاوہ مولانا مودودی اور سید قطب شہید کی کتب کے ترجمے مولانا عبدالرحیم خود کر رہے ہیں۔ اسلامک ریسرچ کے لیے بنگلہ دیش اسلامک سنٹر قائم کیا گیا ہے جس کے ناظم عبدالعلیم صاحب ہیں۔ غیر مسلموں میں کام کرنے کے لیے تین سالوں سے اسلام پر چار تبلیغی انجمن تبلیغ اسلام کے نام سے ایک کمیٹی قائم ہوئی ہے یہ کمیٹی غیر مسلموں کی رہائش اور تعلیم کا انتظام بھی کرتی ہے۔

س:۔ اب تک کوئی مسلمان بھی ہوا ہے؟

ج:۔ اس وقت تک ۲۲۱۲ غیر مسلموں نے اسلام قبول کر لیا ہے، اسی طرح ٹریڈ یونین اور کاشتکاروں میں کام ہو رہا ہے، اس کے علاوہ محبتِ خواتین کے نام سے اسلام پسند خواتین نے کام شروع کر دیا ہے۔

س:۔ اظہار رائے پر پابندی تو نہیں؟

ج:۔ سیاسی طور پر مکمل آزادی ہے ہم نے پورے ملک میں جلسے کئے۔

ابتدائی تعلیم کھلنا میں مکمل کی۔ ۱۹۵۲ء میں جماعت اسلامی پاکستان میں شمولیت اختیار کی۔ پہلے رکن بنے اور کچھ عرصے بعد امیر کھلنا منتخب ہوئے۔ ۱۹۵۸ء میں مارشل لاء کے دوران میں موچی گیٹ لاہور کے کنونشن میں شرکت کی۔ ۱۹۶۲ء میں ایوب خان کے دور میں بی ڈی ممبر کے تحت قومی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے۔ مولانا یوسف اردو اور بنگلہ زبان کے مقرر ہیں۔ اسمبلی میں ان کی انتہائی پرمغز گفتار اور دلچسپ تقریر ہوتی تھی۔ منتخب پاکستان کے ... ۱۹۶۶ء میں بننے والی پاکستان ڈیموکریٹک موومنٹ کے ممبر رہے۔ ان کے علاوہ نوابزادہ نصراللہ اور جماعت اسلامی کے دوسرے پانچ افراد بھی موومنٹ کے ممبر تھے جس کی ... جماعتوں پر مشتمل ... کمیٹی بنی جس میں مولانا نے نمایاں حصہ لیا۔ ڈاکٹر اے ایم مالک کی کابینہ میں وزیر مال رہے۔ آپ نے انتخابات میں بھرپور حصہ لیا جس کی پاداش میں انٹرنیشنل ریڈ کراس کے تحفظ میں رہنا پڑا اور سقوط ڈھاکہ کے بعد دو سال تک جیل میں رہے جہاں سے عمر قید کی سزا ہوئی لیکن دو سال بعد مجیب کے انجام کے بعد رہا ہو گئے۔ مولانا پرانے رفتار سے ... قائد تحریک اسلامی مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کی زیارت کے لیے پچھلے دنوں پاکستان آئے۔ اسی موقع پر زندگی لاہور نے ان سے ایک طویل انٹرویو لیا جس کے چند اقتباسات "زندگی" کے شکریے کے ساتھ درج ذیل ہیں۔ (ادارہ)

س:۔ پروفیسر غلام اعظم کئی سالوں کی جلاوطنی کے بعد اب بنگلہ دیش پہنچ گئے ہیں، ان کی آمد سے وہاں کی سیاست میں کوئی ہلچل پیدا ہوئی؟

ج:۔ اب تک ان کو شہریت نہیں ملی ہے اور جب تک شہریت نہیں ملتی کوئی بات کہنا نامناسب ہے۔ بہرحال وہ بنگلہ دیش پہنچ گئے ہیں اور گھر میں بیٹھے ہیں عملی سیاست میں حصہ نہیں لے رہے ہیں، والدہ بیمار ہیں۔ پروفیسر صاحب کے خلاف کوئی مقدمہ نہیں ہے، اس لیے جلد ہی انہیں شہریت ملنے کا امکان ہے، اس کو وہ پاکستانی شہری کی حیثیت سے ویزا پر بنگلہ دیش گئے ہیں۔

س:۔ بنگلہ دیش کی سیاست میں طلبہ اہم کردار ادا کرتے ہیں، آج کل کی ان کی سرگرمیوں پر روشنی ڈالیے۔

ج :- بحیثیت مسلمان ہم دنیا کے جس حصے میں بھی ہوں ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم اسلام کے لئے کام کریں، برٹش حکومت تھی اس وقت بھی اسلام کا کام ہوا، متحدہ پاکستان کے وقت بھی ہوتا رہا اور اب تقسیم کے بعد بھی ہو رہا ہے۔ مولانا مودودی نے مسلم نوجوانوں میں جان ڈال دی، بنگلہ دیش کے کالجز اور یونیورسٹیوں میں نوجوان مولانا کا لٹریچر پڑھتے ہیں اور جو شخص بھی پڑھتے ہیں، اسلام پسند طلبہ کا وہاں کافی اثر ہے بلکہ مزید بڑھ رہا ہے، جبکہ دوسرے لوگ غیر موثر ہیں، اسلامی چھاترو شبر (یعنی اسلامی طلبہ کی تنظیم) زوردار طریقے سے کام کر رہی ہے، مدرسوں کے طلبہ میں جمعیۃ الطلبۃ العربیہ کے نام سے کام ہو رہا ہے، یہ کام شہروں کی سطح پر شروع ہو گیا ہے، حال ہی میں ڈھاکہ میں اسلامی چھاترو شبر کا ایک اجتماع ہوا جو بہت کامیاب رہا، یہ اسلامی جمعیت طلبہ نے سابق مشرقی پاکستان میں ۲۶ فروری کو جو آخری اجتماع ہوا تھا یہ اجتماع اس سے دو گنا تھا۔

س :- عملی طور پر طلبہ کی سرگرمیاں کیا ہیں؟

ج :- طلبہ اسلامی لٹریچر پڑھتے اور پڑھاتے ہیں مولانا مودودی کے علاوہ سید قطب شہیدؒ، مولانا امین احسن اصلاحی اور مولانا عبدالرحیم کی کتابیں اس لٹریچر میں شامل ہیں سیمینار اور سمپوزیم منعقد کرائے جاتے ہیں، ہفتہ وار اور ماہانہ اجتماعات منعقد کئے جاتے ہیں، طلبہ کے کردار اور اخلاق کے لئے تربیتی اجتماعات اور پروگرام رکھے جاتے ہیں اسلامی چھاترو شبر کے ساتھ دوسری اسلام پسند جماعتوں کا رابطہ بھی ہے مسلم لیگ اور ڈیموکریٹک لیگ کے اتحاد سے اسلام پسند طلبہ بہت خوش ہوئے ہیں، اسلامی جمعیۃ طلبہ پاکستان کے سابق رکن قمر الزمان معصوم اسلامی چھاترو شبر کے مرکزی ناظم ہیں، اس طرح مخلوط نظام تعلیم کے باوجود انتخابات میں بھی کام شروع ہو گیا ہے۔

س :- نوجوانوں کے لئے کوئی پیغام؟

ج :- اسلامی نظام کے قیام کی جدوجہد نوجوانوں کا ہی نتیجہ معلوم ہوتی ہے، دونوں ملکوں کے نوجوان اسلام کے لئے کام کریں، پاکستان کی طرح بنگلہ دیش میں بھی انشاء اللہ اسلام کا جھنڈا بلند ہوگا اور اسلام دشمنوں کا منہ کالا ہوگا، میں دونوں ملکوں کے نوجوانوں سے کہتا ہوں کہ اسلام کے خلاف جو بھی کوششیں ہوں پہلے کی طرح ان کا ڈٹ کر مقابلہ کریں۔

(ہفت روزہ زندگی لاہور ۲۴ تا ۳۰ نومبر [illegible])

حسن البناءؒ فرماتے ہیں:

میرا عقیدہ ہے کہ وہ کام جس کا اثر کام کرنے والے کی ذات سے آگے نہ بڑھے اور جس کا فائدہ دوسروں تک تجاوز نہ کرے وہ ناقص نارسا اور کچا ہے، سب سے بہتر اور عظیم عمل وہ ہے جس کے نتائج سے دوسرے بھی متمتع ہوں اور اس کے پسماندگان، قوم اور ہم جنس بھی، کام کی افادیت جتنی ہمہ گیر ہوگی وہ اسی قدر عظیم و گراں بہا ہوگا، اپنے اسی عقیدہ و نظریہ کی بنا پر میں نے معلمین کا راستہ اختیار کیا ہے، میرے نزدیک معلمین ایک ایسا فسوں ساز اور چراغ ہیں جس سے مخلوق کثیر اکتساب نور کرتی ہے اور انسانی ہجوم کے اندر وہ اپنے راستوں کا سراغ پاتی ہے، گویا معلمین اس شمع کی مانند ہیں جو خود جل جاتی ہے مگر انسانوں کے لئے روشنی فراہم کرتی ہے۔

میرا عقیدہ ہے کہ وہ بلند تر مقصد جسے انسان کو اپنا مطمح نظر بنانا چاہئے اور وہ عظیم تر نفع جس کے لئے ہر رنج و الم سے دو چار ہونا چاہئے، اللہ کی خوشنودی کا حصول ہے۔

([illegible])

عبدالمغنی فلاحی

کچھ عالم اسلام کے بارے میں

ایران کا مستقبل ـ اسلام

ان دنوں ایران میں ایک زبردست سیاسی انقلاب پرورش پا رہا ہے۔ عوام نے علماء و مشائخ کی قیادت میں شاہ کے مظالم اور اس کی غیر دستوری کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا ہے، علماء کا مطالبہ ہے کہ اسلام کو حکومت کا سرکاری مذہب قرار دیا جائے اور تمام ایسے قوانین یک قلم منسوخ کر دیے جائیں جو اسلام سے مطابقت نہ رکھتے ہوں۔ ان کا بنیادی مطالبہ آزادانہ اور منصفانہ انتخابات ہیں، وہ ایران سے آمریت اور شہنشاہیت کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔ شاہ نے ان کے خلاف اسلحوں کا زبردست استعمال شروع کر دیا ہے، لیکن عوامی احتجاج اور مظاہرے بڑھتے ہی جاتے ہیں، ابھی حال ہی میں تہران یونیورسٹی میں پہلی بار تقریباً تین ہزار طلبہ نے مظاہرہ کیا اور شہنشاہیت کے خاتمہ اور اسلامی نظام کے قیام کا مطالبہ کیا، ایرانی عوام اب بہرحال کمربستہ ہو چکے ہیں، وہ جان و مال کی قربانیاں دیتے ہوئے اپنے مقاصد کے حصول میں سرگرم عمل ہیں اور اب عنقریب آنے والا وقت ایران کی تاریخ کا ایک نیا دور ہوگا، جماعت اسلامی کے جنرل سکریٹری مولانا سید حامد علی صاحب نے پندرہ روزہ تعمیرات سہارنپور کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا کہ میں توقع رکھتا ہوں کہ اسلامی نظام سب سے پہلے پاکستان میں آئے گا یا ایران میں۔

کیمپ ڈیوڈ ـ ایک خطرناک یہودی سازش

کیمپ ڈیوڈ کانفرنس میں باہمی تبادلہ خیال اور گفت و شنید کے لئے اسرائیلی اور مصری صحافیوں کی واشنگٹن میں [illegible] ملاقات ہوئی، مسز استر کوہن کیمپ جو ایک امریکی یہودی دولتمند عورت ہے نے اپنی شاندار قیام گاہ پر متعدد صحافیوں کو دعوت دی، جن میں اسرائیلی پارلیمنٹ کے ممبر اور نظریاتی کمیٹی کے چیئرمین مسٹر رابن شافال اور اکیڈمی بورڈ مصر کے صدر مسٹر موسیٰ سعد الدین قابل ذکر ہیں۔

مسز کوہن کیمپ نے تمام صحافیوں کی خدمت میں بہترین ہدایا پیش کئے اور وہ اسی دن مصر کا دورہ کر کے جا سکے [illegible] سے بذریعہ طیارہ پہونچی تھی، [illegible] پر دوستانہ گفتگو کے درمیان ہی اخبار معاریف کے معاون اسرائیلی ایڈیٹر موشی ذاک اور الاہرام کے مصری ایڈیٹر علی حمدی الجمال نے انکشاف کیا کہ ہارورڈ یونیورسٹی میں تعلیم کے دوران وہ دونوں سابق امریکی وزیر خارجہ ہنری کیسنجر کے ایک استاد کے شاگرد تھے۔

(بشکریہ [illegible])

سحر ہو کے رہے گی

اس سال حجاج پر ناروا پابندیاں عائد کرنے کی وجہ سے جدہ کے ایک انجمن اسلام لیڈر عزالدین نے زبردست [illegible]

مول لے لیا ہے۔ ترکی مسلمانوں پر ایک اور قدغن یہ بھی لگانے کی کوشش کی گئی کہ انھیں مکہ کے بجائے ترکی ہی میں قربانی کا جانور ذبح کرنا ہوگا، ظاہر ہے کہ یہ شریعت اسلامی کی سراسر خلاف ورزی ہے، اسی طرح ترکی حکومت نے حجاج کے لئے ایک خاص پوشاک متعین کر دی ہے تاکہ وہ دوسرے حجاج سے ممتاز رہ سکیں، اسی طرح جو لوگ ایک بار حج کر چکے ہیں، یا جنھوں نے کسی بھی غرض کے پیش نظر دو سال سے ترکی کی سکونت چھوڑ دی ہے، ان سب کو حج بیت اللہ کی سعادت سے محروم کر دیا گیا ہے۔

ملی سلامت پارٹی کے صدر جناب نجم الدین اربکان نے بیان دیا ہے کہ وہ اور ان کی جماعت اس طرح کے بیجا اور غیر دینی قوانین و احکام کو ختم کرانے کی کوششوں میں مصروف ہیں کیونکہ یہ اصول دین کے منافی اور فرد کی شخصی و ذہنی آزادی کی راہ میں زبردست رکاوٹ ہے، آپ نے یہ بھی انتباہ دیا ہے کہ اس سے پہلے ترکی حکومتوں نے ترک حجاج کی تعداد کو مختلف ذرائع و وسائل کے ذریعہ محدود کرنے کی کوشش کی تھی لیکن انھیں اس راہ میں زبردست ناکامی کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ (مجلہ المدینہ سے ترجمہ)

کیا ملا ہم کو جو ہم شمس و قمر تک پہونچے

نیویارک کے ایک پولیس انسپکٹر مسٹر اڈیرز نے ربع صدی قبل اپنے ایک اعلانیہ میں یہ حیرت انگیز اطلاع دی تھی کہ شہر نیویارک ہر منٹ میں کم از کم ایک جرم کا مرتکب ہوتا ہے اور پورے ایک دن میں ہونے والے مختلف النوع جرائم کی تعداد روزانہ ۵۰۰ تک پہونچ جاتی ہے۔

اڈیرز نے اپنی اس گفتگو میں امریکی قوم کو انتباہ دیا تھا کہ اندیشہ ہے کہ شہر نیویارک مستقبل قریب میں جرائم کا اڈہ بن کر رہ جائے۔ اس نے مزید کہا تھا کہ "شہر نیویارک میں گذشتہ چھ مہینے ہونے والے جرائم کی سرکاری تعداد ہمیں گھبراہٹ، قلق اور اضطراب و بے چینی میں مبتلا کرتی ہے"۔ اس نے اپنے سامعین کو مخاطب کرتے ہوئے مزاح کے ساتھ کہا تھا کہ "ہماری اس گفتگو کے درمیان شہر میں ۱۰ جرائم ہو چکے ہوں گے"۔

یہ ہے عصر جدید کے روشن خیال اور مہذب انسانی معاشرے کی ایک جھلک۔

پہلے انسان محبت کی سحر تک پہونچے
پھر تو کچھ بات بھی ہے شمس و قمر تک پہونچے
اپنی پرواز نے گر امن کو پامال کیا
کیا ملا ہم کو جو ہم شمس و قمر تک پہونچے

(الدعوۃ مصری سے ترجمانی)

پروفیسر غلام اعظم بنگلہ دیش سے محروم جلاوطنی کی زندگی گذار رہے ہیں

غربت دیار، جلاوطنی، قید و بند، تعذیب اور دار و رسن ..... یہ وہ مراحل ہیں جن سے راہ حق کے ہر راہی کو گذرنا ہی پڑتا ہے، ڈکٹیٹرشپ، تاناشاہی اور نام نہاد جمہوریت کیسے کیسے وسائل ان کے خلاف استعمال کر ڈالتی ہے لیکن جس کے سینے میں عشق الٰہی کی انگیٹھی دہک رہی ہوتی ہو اسے یہ دنیوی مصائب بھلا کیا نقصان پہنچا سکتے ہیں۔

یہ قید و بند، یہ دار و رسن، یہ زنجیریں
سمندر عزم مسلماں کو روک دیں کیونکر

پروفیسر غلام اعظم امیر جماعت اسلامی مشرقی پاکستان (بنگلہ دیش) کی داستان بھی کچھ ایسی ہی دردناک ہے۔ مجیب الرحمٰن جس نے پاکستان کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا، ہندوستان سے تعلق جوڑنے کے لئے انھیں [illegible]

کی، اس کی اسلامی شخصیت مسخ کر کے رکھ دی۔ وہاں
مارکسیت و اشتراکیت اور لاقانونیت کا علم بلند کیا۔ ابھی
مجیب کے زمانے میں پروفیسر موصوف کو جلا وطن ہونا پڑا
اور وطن عزیز کو خیرباد کہہ کر اپنی شہریت سے بھی محروم ہونا پڑا
جب مجیب الرحمٰن کی حکومت کو زوال ہو گیا تو حکومت
بنگلہ دیش نے ان تمام افراد کو واپس بلا لیا جو جلا وطنی کی زندگی
بسر کر رہے تھے اور انہیں حقوق شہریت بھی دے دی
لیکن جب پروفیسر موصوف نے اپنی قومیت واپس لینی
چاہی تو حکومت نے صاف انکار کر دیا، ۱۹۷۶ء کے آخر
میں جب جنرل ضیاء الرحمٰن بنگلہ دیش کے صدر ہوئے
تو اس مرد مجاہد نے ایک بار پھر کوشش کی لیکن وزارت
داخلہ نے انکار کر دیا۔

ان کی بوڑھی ماں نے جب حکومت بنگلہ دیش سے
گفتگو کی تو انہیں جواب دیا گیا کہ ڈھاکہ حکومت جناب غلام
اعظم کو پاکستانی باشندے کی حیثیت سے بنگلہ دیش جانے
کی اجازت دیتی ہے لیکن ان کا قیام بہت مختصر ہو گا۔ اس
کا مطلب یہ ہے کہ حکومت اب بھی انہیں حق شہریت
دینے پر تیار نہیں۔

یہاں ایک سوال ہمارے ذہنوں میں پیدا ہوتا ہے کہ
کہ مرد مجاہد غلام اعظم کے ساتھ وہی سلوک کیوں روا نہیں
رکھا گیا جو مجیبی دور میں قومیت سے محروم کر دئے جانیوالوں
سے رکھا گیا اور جنہیں ضیاء الرحمٰن کے عہد میں حق شہریت
واپس دے دیا گیا، پروفیسر غلام اعظم کب تک غریب الوطنی
کی زندگی بسر کرتے رہیں گے؟ ان کی بوڑھی ماں کب تک
اپنے لخت جگر کی راہ تکتی رہیں گی؟ بنگلہ دیش میں کب تک
اسلام پسندوں پر پابندی باقی رہے گی۔

آج بنگلہ دیش کی سعادت و ترقی کا دارومدار صرف
اسلام پر ہے اور اسلام کا تقاضا ہے کہ داعیان
اسلام تحریک اسلامی کے مجاہدین اور وطن کے حقیقی بہی خواہوں
سے تمام پابندیاں اٹھائی جائیں تو کیا بنگلہ دیش اس مثبت
اقدام کے لئے تیار ہے؟

(الدعوۃ قاہرہ سے ترجمانی)

پاکستان نظام اسلام کے قیام کی طرف

صدر مملکت پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق نے تمام سرکاری
اداروں میں نماز کی ادائیگی کے اہتمام کو لازمی قرار دے دیا ہے
انہوں نے عبادات و معاملات کے سلسلے میں کچھ اور
عملی اقدامات کا اعلان کیا ہے جن میں شرعی عدالتوں کا
قوانین کی از سر نو تدوین، اقتصادیات سے سود کا اخراج
زکوٰۃ اور عشر کا نفاذ وغیرہ امور شامل ہیں، انہوں نے
عبادات کے موضوع پر یکم محرم کو ٹیلی ویژن پر قوم سے
خطاب کیا اور اسلام میں عبادات کی اہمیت و ضرورت
پر بڑی مؤثر تقریر کی، توقع کی جاتی ہے کہ صدر مملکت کے
اعلان کے مطابق اسلامی قوانین کی تدوین کے بعد عام
انتخابات ہوں گے اور وہی لوگ اس میں کامیاب ہو سکیں
گے جن کی زندگی اسلام سے ہم آہنگ ہوگی اور جو اسلام
کا مکمل نمونہ ہوں گے۔

★ پروفیسر التفات احمد صاحب نے جماعت اسلامی ہند کے
کے ضلعی اجتماع منعقدہ ۲۳ دسمبر مئو [illegible] کے میدان میں
ایک بہت بڑے مجمع کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ ہمیں افسوس
کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہم نے حقوق اللہ کا تو بہت خیال کیا،
اس کے لئے بہت دوڑ دھوپ کی لیکن حقوق العباد سے ہم بیگانہ/غافل
رہے، نماز روزہ اور دیگر عبادات کو ہم نے دین سمجھا اور اس میں الٰہی
احکام کا لحاظ کرتے رہے لیکن تجارت، معیشت، معاشرت اور سیاست
کو ہم نے دین سے خارج کر دیا اور اس سلسلے میں اسلام سے رہنمائی حاصل نہ
کر کے [illegible] زندگی ۔ ([illegible])

بدر جمال اصلاحی، استاذ کتابت جامعۃ الفلاح

ہمارا رسم الخط

ہزاروں سال پہلے!

رسم الخط تہذیب و تمدن کی علامت ہے، انسان نے جونہی تمدن کی طرف پہلا قدم اٹھایا اور سماجی شعور سے آشنا ہوا اس نے رسم الخط کی ایجاد کی۔[1] رسم الخط پر ہی ہماری تہذیب کا دارومدار ہے، بغیر اس مفید فن کے ہم کسی تہذیب کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ اگر انسان فن تحریر سے نا آشنا ہوتا تو اس کی زندگی آج بھی وحشیوں کی طرح بسر ہوتی۔

فن تحریر نے انسان کے دل کی دھڑکنوں اور اس کے دماغ کی برق وش لہروں کو پائیدار بنایا اور انسان کے تجربات و محسوسات کو جسم بخشا۔

تحریر، زبان کا ایک منقش اور علامتی جسم ہے جسے پا کر وہ متحرک اور جاوداں ہو گئی، تحریر انسان کے راز ہائے سربستہ کے انکشافات کا ذریعہ ہے۔

مذہبی تصورات، فلسفیانہ خیالات، شاعرانہ جذبات اور تاریخی معلومات کو فن تحریر ہی نے پر پرواز بخشا۔ رسم الخط کی انھیں خصوصیات کے پیش نظر ڈاکٹر ڈرنگر[2] نے اسے "تہذیب انسانی کی کلید" سے تعبیر کیا ہے۔

رسم الخط کے ذریعہ انسان نے اپنے خیالات، محسوسات اور تجربات کو زمان و مکان کی قید سے آزاد کر دیا۔ آج ہمارے سامنے ہزاروں برس پہلے کی لکھی ہوئی تختیاں تاریخ بیان کرتی ہیں اور معبدوں کے تحریری نقوش مذہبی گیت گاتے ہیں۔

اب سے پانچ ہزار سال پہلے قدیم مصریوں نے تصویری خط

---

[1] چنانچہ قدیم ایرانیوں کے یہاں مسماری (میخی یا پیکانی) رسم الخط رائج تھا، جس کے کتبے کوہ بے ستون پر ملے ہیں۔ وادی سندھ میں موہن جودڑو اور ہڑپا کے کھنڈرات دراوڑی رسم الخط کی نشاندہی کرتے ہیں، اسی طرح یونان میں یونانی اور یمن میں مسند رسم الخط کا رواج تھا۔ مسند رسم الخط ہی کی شاخیں، ثمودی، لحیانی اور صفوی رسم الخط ہیں جنھیں عاد و ثمود جیسی قدیم قومیں استعمال کرتی تھیں۔

[2] ڈاکٹر ڈرنگر ایک مشہور لسانی عالم ہے۔

ایجاد کیا، جسے ہیروغلیفی[1] کہتے ہیں۔ ہیروغلیفی رسم الخط ہزاروں سال تک رائج رہا، یہ ہیں جن میں اپنی مقدس کتابیں اسی رسم الخط میں لکھیں اور مصری بادشاہوں نے اسی خط کے ذریعہ دور دراز ملکوں سے اپنے سیاسی معاملات طے کئے۔

جب اس رسم الخط کو روانی کے ساتھ لکھنے کی ضرورت پیش آئی تو اس کی تصویری شکل بگڑنے لگی اور اس سے ایک سہل الکتابت رسم الخط بنا جسے ہیروطیقی[2] کہتے ہیں۔ پھر ہیروطیقی رسم الخط جب ترقی کر کے ہر گھر اور بازار میں پہونچا تو اسے دیموطیقی کے نام سے پکارا گیا۔

۱۲۰۰ ق م، دیموطیقی رسم الخط سے اہل فونیقیہ[3] نے خط کی ایک نہایت ترقی یافتہ شکل بنائی، جس میں ترتیب ہجی کا لحاظ رکھا گیا تھا، چونکہ اہل فونیقیہ بہت بڑے پیمانے پر تجارت کا کاروبار کرتے تھے، جن کے تجارتی بیڑے بحر روم کے تمام ساحلوں پر تھے، افریقہ اور مشرقی وسطیٰ کی قوموں سے ان کا کاروبار ہر دن ہوتا تھا اس لئے فونیقی رسم الخط تمام متمدن دنیا پر چھا گیا تھا۔

فونیقی رسم الخط کی ترقی یافتہ شکل آرامی رسم الخط ہے، جس کی بنیاد پر سوریہ (شام) والوں نے سریانی رسم الخط ایجاد کیا، آج بھی سریانی رسم الخط میں مذہبی کتابیں محفوظ ہیں، پھر سریانی رسم الخط کی ایک شاخ سطرنجیلی[4] رسم الخط سے حیرہ[5] بولان کے تین آدمی مرامر بن مرہ، اسلم بن سدرہ اور عامر بن جدرہ نے خط عربی ایجاد کیا، یہ لوگ سرزمین انبار (عراق) میں آباد رہتے تھے، خط حیری اطراف عراق میں رائج ہوا جہاں سے دومۃ الجندل کے بادشاہ اکیدر بن عبدالملک نے اسے سیکھا، یہی رسم الخط کوفہ[6] آباد ہونے کے بعد کوفی کہلایا۔ کوفی رسم الخط آخری کڑی ہے ہمارے رسم الخط کے سلسلے کی، جس کی پہلی کڑی خط ہیروغلیفی ہے۔

اسلام سے پہلے عربوں کو تمدن کی ہوا نہ لگی تھی اور نہ متمدن قوموں سے ان کا کوئی خاص تعلق رہا، لہٰذا انھیں کتابت کی ضرورت پیش نہ آئی اور دور جاہلیت میں انھوں نے خط کی طرف کوئی خاص توجہ نہ دی، وہ اپنے انساب و اشعار کو نسلاً بعد نسل زبانی یاد رکھتے تھے۔

---

[1] ہیروغلیفی یونانی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں "پاک تحریر"۔ ہیروغلیفی رسم الخط کا رواج تیسری صدی عیسوی تک رہا، پھر یہ اسے بھول گئی اور ڈیڑھ ہزار سال تک بھولی رہی حتیٰ کہ "حجر الرشید" کا انکشاف ہوا [illegible] میں اسکندریہ سے چند میل شمال مشرق میں رشید (روزیٹا) نامی ایک گاؤں میں نپولین کے فوجیوں کو ایک ایسا پتھر کی تختی ملی جس پر پہلے ہیروغلیفی میں لکھا ہوا ہے پھر دیموطیقی اور آخر میں یونانی میں، تینوں رسم الخطوں میں ایک ہی بات لکھی ہوئی ہے، اس سے یونانی کے ذریعہ ہیروغلیفی کو پڑھا گیا، یہ پتھر ۱۹۶ ق م بطلیموس پنجم کے زمانے کا لکھا ہے جب مصر پر اہل یونان کی حکومت تھی، اب یہ پتھر برٹش میوزیم لندن میں محفوظ ہے۔

[2] ہیروطیقی اور دیموطیقی بھی یونانی زبان کے لفظ ہیں جن کے معنی بالترتیب "خواص کا رسم الخط" اور "عوام کا رسم الخط" ہیں۔

[3] فونیقیہ کا علاقہ بحر روم کے مشرقی ساحل پر آباد تھا جس کی لمبائی ۲۰۰ میل اور چوڑائی ۲۰ میل تھی، یہاں کے بیوپار (ریشم وغیرہ) کی دنیا بھر کے بازاروں میں بڑی مانگ تھی۔ [4] سطرنجیلی، سریانی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی گول حروف ہیں۔ [5] حیرہ بولان، قبیلہ طے کی ایک شاخ ہے۔ [6] کوفہ کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بسایا ہے۔ [7] کوفی رسم الخط کے قدیم کتبے جو دریافت ہوئے ہیں وہ نقش زبد تاریخ تحریر [illegible]، نقش حران ([illegible]) اور نقش نمارہ ([illegible]) ہیں۔

ظہورِ اسلام سے تقریباً ایک صدی قبل کچھ بلند حوصلہ قریشیوں نے اپنے تجارتی معاملات کے لئے کتابت کی ضرورت محسوس کی، چنانچہ دومۃ الجندل کے بادشاہ اکیدر بن عبدالملک (جس کا ذکر اوپر آچکا ہے) کے بھائی بشر بن عبدالملک نے حرب بن امیہ کی لڑکی سے شادی کی اور مکہ آیا تو اس سے حرب بن امیہ، ابوقیس بن عبد مناف اور غیلان الثقفی نے لکھنا سیکھا، پھر ان سے مکہ کے اور لوگوں نے سیکھا یہاں تک کہ ظہورِ اسلام کے وقت درج ذیل حضرات کتابت سے واقف ہو چکے تھے:-

(۱) حضرت عمرؓ (۲) حضرت عثمانؓ (۳) حضرت علیؓ (۴) حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ (۵) حضرت طلحہؓ بن عبیداللہ (۶) حضرت ابوحذیفہؓ بن عتبہ بن ربیعہ (۷) حضرت ابوسلمہؓ بن عبدالاسد المخزومی (۸) حضرت ابوسفیانؓ بن حرب (۹) حضرت معاویہ بن ابی سفیان (۱۰) حضرت حاطب بن عمرو (۱۱) حضرت عبداللہ بن سعید بن ابی سرح (۱۲) حضرت علا حضرمی (۱۳) حضرت خالد بن سعید (۱۴) ابان بن سعید بن العاص بن امیہ (۱۵) ابوجہم بن الصلت (۱۶) حویطب بن عبدالعزی (۱۷) یزید بن ابی سفیانؓ۔

تیسری صدی ہجری تک قرآن پاک، احادیث اور تمام سرکاری دفاتر اسی کوفی رسم الخط میں لکھے جاتے تھے یہاں تک کہ ۳۱۰ھ میں ابن مقلہ المتوفی نے خطِ نسخ کو ایجاد کیا جس نے اپنے حسن و دلکشی کے باعث بہت جلد خطِ کوفی کی جگہ لے لی۔

مگر اس رسم الخط کے حروفِ تہجی کی ترتیب وہی رہی جو سریانی کی ہے یعنی ا ب ج د ، ہ و ز ، ح ط ی ، ک ل م ن ، س ع ف ص ، ق ر ش ت ، ث خ ذ اور ض ظ غ عربوں کے اضافے ہیں۔

حروفِ تہجی کی موجودہ ترتیب ابن مقلہ کی ایجاد کردہ ہے، یہ ترتیب اس نے کتابت سیکھنے والوں کی سہولت کے پیشِ نظر حروف کی شکلوں کے اعتبار سے رکھی۔

پہلے حروف پر نقطے اور اعراب نہیں لگائے جاتے تھے، جب عجمیوں سے عربوں کا میل جول بڑھا اور اہلِ عجم کثرت سے حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے تو قرآن صحیح پڑھنے کے لئے اعراب اور نقطوں کی ضرورت پیش آئی۔ ابوالاسود دوئلیؒ جنہیں امیرالمومنین حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کی شاگردی کا فخر حاصل تھا، نے [illegible] میں عوام کی سہولت کے لئے حروف پر نقطوں کی شکل میں اعراب لگائے، اور کچھ مدت کے بعد عبدالملک بن مروان کے زمانے میں عراق کے گورنر حجاج بن یوسف نے نصر بن عاصم کی رائے کے مطابق متشابہ حروف کی تمیز کے لئے ایک دو اور تین نقطے تجویز کئے۔

دوسری صدی ہجری کے وسط تک اعراب بھی نقطوں (۱) کی شکل میں لگائے جاتے رہے، فرق کرنے کے لئے اعراب کے نقطے سیاہ اور حروف کے تشخیصی نقطے سرخ لگائے جاتے تھے۔ موجودہ زیر زبر اور پیش کی شکلیں خلیل بن احمد نحوی المتوفی ۱۷۰ھ کی ایجاد ہے۔

یہ وہ زمانہ تھا کہ عرب تیزی کے ساتھ علمی اور تمدنی ترقیوں کی طرف گامزن تھے، لہٰذا خط کی تہذیب و اصلاح کی طرف بھی برابر متوجہ رہے، عہدِ اموی میں قطبہ اور خالد بن ابی الہیاج نہایت مشہور کاتب تھے، یہ دونوں ولید بن عبدالملک کے معاصر ہیں۔

عہدِ بنی عباس جو مسلمانوں کی علمی اور تمدنی ترقیوں کا دورِ عروج ہے، میں خصوصیت سے دو کاتب کے نام آتے ہیں۔ ضحاک بن عجلان اور اسحٰق بن حماد

اسحاق بن حماد کو یکتائے زمان تسلیم کیا گیا ہے ایک

(۱) [illegible]

کثیر جماعت نے اس کے کمالِ فن سے استفادہ کیا۔
اسحاق بن حماد کے شاگردوں میں ابراہیم الشجری اور ان کے بھائی یوسف کے نام سرفہرست آتے ہیں۔

اسحاق بن حماد نے فارس والوں کی طرح مختلف کاموں کے لئے خط کی مختلف طرزیں ایجاد کیں، اس طرح فنِ کتابت مزید ترقی اور عام دلچسپی کا موجب ہوا۔ ابن حماد کے ایجاد کردہ خطوں کا اجمالی ذکر نذرِ قارئین ہے:۔

(۱) طومار :۔ اس کے لغوی معنی، کتاب یا بڑے مکتوب کے ہیں اور اصطلاحاً عربی خط کی اس طرز کو کہتے ہیں جس میں مسجدوں اور دیگر عمارات پر کتبے لگائے جاتے تھے، یہ خط نسبتاً جلی اور دیدہ زیب ہوتا تھا۔

(۲) مجلات :۔ مجلہ کی جمع ہے، جس کے معنی [illegible] جلدی اور چکنا نہ قاضی کے ہیں، اصطلاحاً وہ خط جو [illegible] تنظیم سے لکھا جاتا ہے، تاکہ حروف کے رد و بدل کا امکان نہ رہے۔

(۳) عہود :۔ عہد کی جمع بمعنی، ایفائے وعدہ، وصیت۔

(۴) مواٰمرات :۔ مواٰمرہ کی جمع بمعنی کسی امر میں باہم مشورہ کرنا۔

(۵) امانات :۔ امانت کی جمع۔ بمعنی کسی کی کوئی چیز اپنی تحویل و حفاظت میں رکھنا۔

(۶) دیباج :۔ ایک قسم کا باریک ریشمی کپڑا [illegible]

(۷) مدبج :۔ ستائش و تعریف

(۸) مرصع :۔ جڑاؤ، وہ چیز جس میں جواہرات جڑے ہوتے ہوں اور وہ نظم جس کے الفاظ بالمقابل ہم وزن ہوں۔

(۹) پریاش :۔ پرندوں کے پر کی طرح رنگین اور پرکشش لباس۔

آخر الذکر چار طرزیں (دیباج، مدبج، مرصع، پریاش)

بہت حسین و دیدہ زیب ہوتی تھیں، عمارتوں میں کتبے آویزاں کرنے یا بادشاہوں اور امیروں کو تحریر پیش کرنے کے لئے انھیں خطوط کو استعمال کرتے تھے۔

(۱۰) غبار :۔ سرمئی

(۱۱) حسن :۔ خوبصورت

(۱۲) بیاض :۔ سفیدی۔ سادہ کاغذ۔ متفرق یادداشتوں کا مجموعہ۔

یہ تینوں طرزیں کتابت قرآن مجید، احادیث شریف اور مذہبی و متبرک عبارتوں کے لئے مخصوص تھیں اور مقابلتہً روشن اور دیدہ زیب ہوتی تھیں۔

(۱۳) قلم الجلیل :۔ اس طرز میں مسجدوں کے کتبے اور بادشاہوں کے خط لکھے جاتے تھے۔

(۱۴) قلم الثلثین :۔ دربارِ خلافت سے عمال کے نام مراسلت اسی خط میں ہوتی تھی۔

(۱۵) قلم الزنبور

(۱۶) قلم المفتح

(۱۷) قلم الحرم : خواتین حرم سے مراسلت کیلئے مخصوص تھا۔

(۱۸) قلم القصص : قصے کہانیوں کے لئے مخصوص تھا۔

(۱۹) قلم الخرفاج ۔ (۲۰) قلم النساخ (۲۱) قلم الحجاج
(۲۲) مقطوع المحاکی (۲۳) خط ترحش (۲۴) خط حواشی

یہ قلم کچھ مدت تک رائج رہے یہاں تک کہ پیغمبرِ قلم ابن مقلہ نے ۳۱۰ھ میں اپنے دل آویز خطوں کی ایجاد کی جن کے آگے مذکورہ بالا خطوط گم ہو گئے اور آج ان خطوں کی دو صدیاں تک محفوظ نہ رہ سکیں، صرف تاریخی کتابوں میں ان کے نمونے رہ گئے ہیں، اور ان خطوں میں باہم تمیز کرنا ایک ماہرِ فن کا کام ہے۔ اب جتنے خطوط رائج ہیں وہ ابن مقلہ کے ایجاد کردہ ہیں۔

ابو ضیاء محمد عبد الحق فہیم

صبحِ آگہی

ایک اور قدم آگے بڑھ کر ذہنی، سیاسی و ملی حالت پر غور کیجئے، امت مسلمہ کا یہ طویل دور تنزل ہماری نظر کے سامنے ہے۔ کوئی بھی قوم جب اپنے اصول و مبادی میں کوتاہی برتتی ہے اور اس پر خوابِ غفلت کی جھپکیاں آنی شروع ہو جاتی ہیں تو اس وقت سے اس پر زوال و انحطاط کا دور آنا شروع ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ دن بھی آ جاتا ہے جب وہ اپنی رفعت و عزت کھو کر قعرِ ذلت میں گر جاتی ہے۔ آغازِ زوال سے لے کر انتہائے زوال تک ہر صبح اس کے لئے صبحِ انتباہ ہوتی ہے کہ اگر اس وقت بھی وہ بیدار ہو جائے اور تلافیٔ مافات میں لگ جائے تو اپنی ضائع شدہ رفعت حاصل کر سکتی ہے مگر ملت اسلامیہ کا حال کچھ اور ہی رہا، آغاز سے لے کر انجام تک ہر صبح ان کے لئے صبحِ غفلت اور دوسروں کے لئے صبحِ انتباہ ثابت ہوئی۔

امت مسلمہ کے بارے میں روزِ اول ہی سے بتا دیا گیا تھا کہ یہ امت اس وقت تک اپنی رفعت و ترقی کے منازل طے کرتی رہے گی جب تک اس کے ہاتھ حبل اللہ پر مضبوط ہوں گے، اس وقت تک دنیا کی زمامِ قیادت حاصل رہے گی جب تک قرآن اس کا لائحہ عمل اور کتابِ الٰہی اس کے لئے مشعلِ راہ بنی رہے گی، احکامِ خداوندی اور فرامینِ رسول اس کے زادِ راہ ہوں گے ۔۔۔ مگر جس وقت امت نے انہیں چھوڑ کر کچھ دوسرے چراغ اور فانوس تلاش کئے، اس کی راہ بھی روشن نہ ہو پائے گی، چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ جب ملت نے ایمان کی پکار پر لبیک کہا، احکامِ خداوندی کا اشارۂ الٰہی اور مطالبۂ رسول پر جان و تن، مال و اولاد نچھاور کرنے لگے تو وہ لوگ عرب کی وادیوں سے اٹھے اور پورے حجاز و اطرافِ حجاز میں پھیل گئے، عرب کے صحراؤں میں اپنا نعرۂ توحید بلند کیا اور روم و ایران میں اس کی صدائے بازگشت سنائی دی، مصر و عرب میں فانوسِ ہدایت روشن کیا اور پورا عالم ان کی کرنوں سے منور ہو گیا۔

مگر آہ! کہ یہ داستانِ امت محض افسانہ بن کر رہ گئی صرف خواب کی حسین جھلکیاں رہ گئیں اور "پدرم سلطان بود" کے کھوکھلے نعرے رہ گئے۔

تازہ خواہی داشتن گر داغ ہائے سینہ را
گاہے گاہے باز خواں ایں قصۂ پارینہ را

جس وقت سے اس امت کے کانوں سے منادیٔ ایمان کی صدائیں مدھم پڑنا شروع ہو گئیں، اس وقت سے اس کی رفتار بھی ماند پڑ گئی، جس وقت سے اس کے پاس دین ایمان و یقین کے ذخیروں میں کمی آئی، وہیں سے چراغِ ہدایت ٹمٹمانا شروع ہو گیا اور مشعل شعاعیں سمٹنا شروع ہو گئیں مگر صد آہ! تو اس پر کہ اس ضیاعِ متاع اور خسارۂ دولت کا

احساس بھی نہیں ہو سکا۔ چند ظاہری منافع نے شعورِ نقصان کو بھی نذرِ غفلت کر دیا، یہاں تک کہ تمام ہنگامہ ہائے رفعت و ترقی افسانۂ یاس و حسرت بن کر رہ گئے۔ وہ نورِ سحری تیرگیٔ شب میں تبدیل ہو گیا، اور ہم کروٹیں ہی بدلتے رہے

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

یہ حقیقت بالکل عیاں ہے کہ انسان اپنے خالق سے اعراض کر کے کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا، اپنے مالک سے غافل و بے نیاز ہو کر اپنے کسی بھی مسئلہ کا صحیح حل نہیں نکال سکتا، اس کی تمام کوششیں اور تدبیریں ناقص ہیں اور ناقص ہی رہیں گی، جب تک انھیں وہ علیم و خبیر ہستی کامل نہ کرے۔ انسان اپنے تمام تر مادی وسائل کے باوجود اور اپنے تمام عروج و ارتقا کے باوصف اس محیط و عظیم ہستی کے مقابلہ میں ایک ذرۂ ناچیز، ایک مورِ ناتواں سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔

سب سے بڑا اندھا ہے یہ ہرگز نہ بھولنا
مانا کہ تم پہ کوئی بہت مہرباں ہے

انسان ایک سوراخ کو بند کرے گا اور دوسرے دس سوراخ کھل جائیں گے، ایک مسئلہ کا حل تلاش کرے گا اور دیگر متعدد مسائل ابھر آئیں گے۔ ایک ناسور مندمل کرے گا اور دوسرے دس ناسور پھوٹ پڑیں گے۔ ہر چاند اور ہر سورج جو طلوع ہوتا ہے وہ یہ پیغام دے کر طلوع ہوتا ہے کہ اے غفلت شعار انسان! کب تک یہ غفلت و گراں خوابی، کب تک یہ اعراض و بے نیازی، ادھر آ کہ تیرا سکون یہاں ہے، اس مالک کی طرف بڑھ کہ تیرا اطمینان وہاں ہے، اور گنگنا کر یہ پیغام دینے کے بعد انسان کی بے حسی سے مایوس ہو کر غروب ہو جاتا ہے، ہر شب و روز کائنات کا ذرہ ذرہ انسان کو یہ گوش گزار کرنا چاہتا ہے کہ تو بے بس اور کمزور ہے، تیری طاقتیں، تیری عقلیں، تیری کوششیں سب کچھ اپنی تاثیر کے لیے کسی اور کی محتاج ہیں، مگر دن بھر کی چیخ و پکار کے بعد سارے دن عبرت آموزی سے تھک کر سب خاموش ہو جاتے ہیں اور وہ ہستی ہے کہ ان تمام ہنگاموں اور تماشوں کو دیکھ رہی ہے، انسان کی غفلت شعاری و خواب آلودگی، حیرانی و درماندگی اور بے چارگی و گمراہی کو دیکھ کر انگشت بدنداں ہے، سب سے زیادہ حیرت تو اسے ان مسلمانوں پر ہے کہ جو نور رکھتے ہوئے بھی ظلمت و ظلمات میں ہیں، ان کے پاس گنجینۂ ہدایت ہے مگر گمراہیوں پر حیران و سرگرداں یاس و تشویش میں مبتلا ہیں، ان سے وہ ہستی بار بار پکار کر پوچھتی ہے: أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنْ تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللَّهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ۔ (کیا ابھی وقت نہیں ہوا کہ ایمان لانے والوں کے دلوں میں ذکرِ الٰہی کے لیے خشوع پیدا ہو۔ اور وہ حق کی طرف سے نازل کردہ پیغام کے لیے جھک جائیں؟)

پس اے چارہ گرانِ انسانیت تمھیں کیوں نیند آگئی کہ انسانیت کراہ کراہ کر دم توڑ دینا چاہتی ہے، کوئی اس کا دم ساز و پرساں حال نہیں۔

اے رہنمایانِ اقوام! تم کیوں اسیرِ غفلت ہو کر، زمانہ پھر اسی موڑ پر حیران و ششدر کھڑا ہے جہاں سے وہ چلا تھا اسے راہ نہیں ملتی۔

اے عاملانِ شفائے سکون! تم کیوں حصولِ اسباب میں لگے ہو کہ دنیا مادی و جسمانی سکون سے بیزار ہو کر روحانی سکون کے لیے تشنہ ہے۔

قطعہ
از
منصف اعظمی
جامعۃ الفلاح

چراغِ سنت سرِ راہ در شبِ دیجور
کہ راہ دیدہ رود ہر کہ راہ گیر بود
دراں فتیلۂ سوز و ز علم و دین حقیقت
کہ اشتباہ نباشد چوں خیر و شر بود

جاوید اشرف فلاحی

اُصَنِّفُ الرِّجَال

ایک مرتبہ حسن البناء شہیدؒ سے پوچھا گیا کہ "آپ کتابیں کیوں نہیں تصنیف کرتے؟" — امام شہیدؒ نے جواب دیا:— "اُصَنِّفُ الرِّجَال" (میں انسان تصنیف کرتا ہوں)۔

وہ زندگی جس کا لمحہ لمحہ انسانوں کی فلاح اور ان کی رہنمائی میں گذرے، جو دوسروں کو مسرت و شادمانی سے ہمکنار کرکے اپنی سعادت سمجھے، جس کا مطمحِ نظر اوروں کی تکالیف دور کرنا ہو، جو دوسروں کی اصلاح میں قربانیوں کو نفع کا سودا شمار کرے، اسے ہم بجا طور پر کامیاب ترین زندگی کہہ سکتے ہیں، دوسرے لفظوں میں ایک مومن کی زندگی انہیں صفات سے متصف اور ایسے ہی پاکیزہ عناصر کا مرکب ہوتی ہے۔

انسانی دلوں کی گہرائیوں میں اتر کر ان کی پوشیدہ سے پوشیدہ امراض کا شعور حاصل کرنا، ان کے باطنی حالات کے اندر جھانک کر ان امور کا پتہ لگانا جو ان کی زندگی کے چشمۂ صافی کو گدلا کرتے ہیں اور ان کی پُربہار زندگی سے ایک ایک کانٹے کو الگ کرنا، پھر ان بیماریوں کو دور کرنے کے لئے نسخے تجویز کرنا، ان کے چشمۂ زندگی میں پاکیزگی کا اضافہ کرنا اور ان کی مسرت و شادمانی کو دوچند کرنا کسی بھی ذی روح اور ذی نفس کا دل جیتنے کے بہترین ذرائع ہیں۔

ایک مومن جو درحقیقت داعی الی اللہ ہوتا ہے اس کے افعال اور اس کے اعمال اتنا نتیجہ خیز تو ہوتے ہی ہیں کہ اس کے ہم جنس اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور ان کا اثر اس کی ذات سے متجاوز ہو کر دوسروں کے لئے سودمند ثابت ہوتا ہے، اس کے ان اعمال و افعال کی افادیت ہمہ گیر نہ ہو تو وہ اتنے عظیم اور گراں بہا نہ ہوں گے جتنا تصور کیا جاسکتا ہے۔

اسی خیال کے آئینہ میں ہمیں اس زندگی کا جائزہ لینا چاہئے جس کا مقصد وہی کچھ ہو جسے ہم رضائے الٰہی کے حصول جیسے بیش قیمت الفاظ سے تعبیر کرسکتے ہیں۔ یہی وہ بلند ترین مقصد ہے جسے ایک سلیم الطبع انسان کو اپنانا چاہئے اور عظیم تر نفع ہے جس کے لئے بھرپور تگ و دو کرنی چاہئے۔ اس مقصد کے حصول کا اہم تر اور نفع تر ذریعہ وہ ہے جسے ہم حسن البناء شہیدؒ کی زبان میں تصنیفِ رجال کہہ سکتے ہیں، افراد کو ترتیب دے کر رسائل کی تالیف کرکے کتابوں کی تصنیف سے گفتگو کے ذریعہ تقریر و تحریر کے رنگ میں اور گشت و سیاحت اختیار کرکے بیماروں کو اتنا شفائے صحت بخشے

سینوں کو اتنا کشادہ اور پژمردہ دلوں کو اتنی طراوت نہیں بخش سکتے جتنی ہم تصنیفِ رجال سے یہ کام لے سکتے ہیں، چنانچہ وہ لوگ جنھوں نے تعلیم و تدریس کا بیڑا اٹھایا ہے، وہ صحیح معنوں میں اپنی زندگی کا بہترین مصرف پاچکے ہیں اور وہ ابدی سعادت کی راہ پر چل رہے ہیں۔

یہ معلمین جو تصنیفِ رجال کا کام کرتے ہیں انھیں کے دم قدم سے ابتدائی علم آج سینوں میں محفوظ ہے جس کی وجہ سے آج دنیا میں بڑے بڑے مسائل کی گتھیاں سلجھائی جاتی ہیں، جن کی روشنی میں الجھے ہوئے واقعات و واردات کا حل تلاش کیا جاتا ہے، آج ایک پوری امت انھیں کے فیضِ تربیت سے گم گشتہ راہ ہونے کے بجائے راہ یاب اور ہدایت یافتہ ہے انھیں کی جانفشانیوں اور کوششوں سے بہتوں کی زندگیاں اس دائمی شقاوت اور دائمی کرب کے گڑھے میں گرنے سے بچ گئیں، جس سے نکلنے کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا، پھر انجام کار کیا ہوتا؟ ہم اور آپ اسے خوب سوچ سکتے ہیں، انھیں مصنفینِ رجال کے بارے میں، امام شہید حسن البناؒ جو خود بھی ایک بہت بڑے مصنفِ رجال تھے، کہتے ہیں۔

"میرے نزدیک یہ معلمین ایسا فروزاں چراغ ہیں جس سے خلق کثیر اکتساب نور کرتی ہے اور انسانی بصیرت کے اندر وہ اپنے راستے کا سراغ پاتی ہے، گویا یہ معلمین اس شمع کے مانند ہیں جو خود جل جاتی ہے مگر انسانوں کیلئے روشنی فراہم کرتی ہے"

درحقیقت امام شہیدؒ نے ایک معلم کو شمع فروزاں سے تشبیہ دی ہے معلم کی حیثیت اور حقیقت مناسب ترین طریقے سے واضح کردی ہے کہ جس طرح ایک شمع جل جل کر دوسروں کو اکتساب نور کا موقع دیتی ہے اور لوگ اس کی روشنی سے فائدہ اٹھاتے ہیں، اسی طرح ایک معلم اپنا خونِ جگر نچوڑ نچوڑ کر لوگوں کو نورِ علم سے مستفید ہونے کا موقع دیتا ہے اور اس کے فیض سے خوب خوب فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔

امام شہید حسن البناؒ کی شخصیت و عظمت سے کسے انکار ہو سکتا ہے، وہ ایک سیماب وش، پرتب و تاب اور آشنائے سکون انسان تھے، ان کی بے پناہ روحانیت بے کراں جذبۂ عشق اور بے نہایت اخلاص و عزیمت کا اندازہ اس سے لگایئے کہ ان کی شہادت کے واقعہ پر مصر کے نامور عالم دین شیخ محمد الغزالی نے ان الفاظ میں اظہار خیال کیا ہے۔

"قاتل کی گولی نے ایک ایسے جسم کو چیرا جسے خشوع و خضوع سے لبریز عبادت نے جھکا چور کر رکھا تھا جو طولِ قیام اور طولِ سجود کے سبب بے حد گھل چکا تھا جو راہِ خدا میں مسلسل سفروں سے غبار آلود ہو چکا تھا جس کی پیشانی پے در پے روزوں کی وجہ سے بے پناہ خستگی کی غمازی کر رہی تھی"

شیخ کا مذکورہ بالا خیال میں نے محض اس لئے تحریر کیا ہے کہ امام شہید سے ناواقف فرد بھی ان کی عظمت و رفعت کا تصور کر سکتا ہے، گو کہ ایسے افراد بہت کم ہونگے جو امام شہیدؒ کی ذات و صفات سے ناواقف ہوں۔

امام شہیدؒ کو ان کی تعلیمی زندگی کے اختتام پر جب یہ موضوع "تکمیل تعلیم کے بعد تمہاری سب سے عظیم خواہش کیا ہے؟" دیا گیا تو آپ نے جو کچھ لکھا اس کا ماحصل یہ ہے کہ ــــ "میری عظیم ترین خواہش یہ ہے کہ میں معلم اور

رہنما بن جائیں، دن کا وقت اور سال کا بیشتر حصہ بچوں کی تعلیم و تدریس میں گزاردیں اور رات کو ان کے والدین کو یہ سکھائیں کہ دین کا نصب العین کیا ہے؟ ان کی سعادت کے سرچشمے کہاں ہیں؟ اور ان کی خوشیوں کا راز کس بات میں مضمر ہے؟

یہ اس شخص کی خواہش ہے جس نے بیس سال کے قلیل عرصہ میں ایک ہمہ گیر تحریک برپا کی اور نوع انسانی کے کثیر حصہ کی تربیت کرکے انھیں حقیقی فلاح و سعادت سے ہم کنار کیا، اس تھوڑی سی تفصیل سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ دنیا کے ایک عظیم ترین انسان نے جو حقیقتاً ایک امّی اکبر تھا، اسی تصنیف رجال کو رضائے الٰہی کا ذریعہ بنایا پھر تاریخ کے اوراق گواہ اور ہمارا آپ کا مشاہدہ شاہد ہے کہ وہ شخص اپنے مقصد میں کتنا کامیاب ہوا ۔

ہیہات ان یاتی الزمان بمثلہ
ان الزمان بمثلہ لبخیل

(کاش زمانہ اس جیسا انسان پھر پیدا کرتا، لیکن زمانہ ایسا انسان پیدا کرنے سے قاصر ہے۔)

تصنیف رجال جیسے اہم کام کے لئے اصولی طور پر دو ہتھیار کی ضرورت پڑتی ہے، ایک ثابت قدمی اور استقامت دوسرے جذبۂ ایثار و قربانی، یہ دونوں ہتھیار مصنف رجال کے لئے بڑی اہمیت کے حامل ہیں، اسی میں ان کی کامیابی کا راز مضمر ہے، جو معلم ان سے لیس ہوگا اسے کبھی ایسی شکست نہیں ہوسکتی جو اس کے وقار کو مجروح کرے، پھر وہ بددلی کا شکار ہوکر اس سے کنارہ کش ہوجائے۔

اسی طرح اس کے کچھ علمی وسائل ہیں جن کے بغیر کامیابی اس حد تک نہیں ہوسکتی، جتنی ایک کامیاب مصنف رجال کے لئے ضروری ہے، جن میں کچھ کا ذکر ہم مختصراً کرتے ہیں۔

(۱) اعلیٰ تعلیم:- کامیابی حاصل کرنے کے لئے نہ صرف یہ کہ تعلیم ضروری ہے، بلکہ اعلیٰ تعلیم جس کے ذریعہ سے لوگوں کو ان کی حقیقی زندگی کے راز سے آشنا کیا جائے، اس کے لئے ضروری ہوگا کہ دینی تعلیم، انبیائی علم ہے جو فطرت سے ہم آہنگ ہے، شعوری طور پر حاصل کیا جائے، اس غرض کے لئے کہ اس کا فائدہ فرد واحد کی ذات سے تجاوز کرکے دیگر افراد کو بھی ہو۔ پھر چونکہ ملک کی یونیورسٹیاں اور کالجز اس کے زیادہ مستحق ہیں کہ وہاں کے طلبہ کو ان کی زندگی کے حقیقی مصرف سے روشناس کرایا جائے، ناگزیر ہوگا کہ ملک کی ان یونیورسٹیوں سے اسناد اور ڈگریاں حاصل کی جائیں کہ ان کے بغیر وہاں تک رسائی مشکل ہوگی۔

(۲) دوسری چیز ان لوگوں سے آشنائی جو یہی نظریہ رکھتے ہوں، نہ صرف یہ کہ یہ نظریہ قبول کرچکے ہوں بلکہ اس نظریہ کے علمبرداروں سے محبت رکھتے ہوں۔ اگر عملی طور پر ان کا ساتھ نہ دے سکتے ہوں تو دوسرے ذرائع سے ان کے تعاون کا عزم رکھتے ہوں، کیونکہ کامیابی کی منزل تک پہنچنے کے لئے جتنی سہولیات کارواں کو حاصل ہوتی ہیں ان سے عموماً ایک فرد یا چند افراد تہی دست ہوتے ہیں۔

(۳) تیسری چیز جسم خاکی ہے، جو جفاکشی اور سخت کوشی کا عادی ہو، جسے آرام و راحت سے زیادہ تکلیف و مشقت عزیز ہو۔ جو ہر وقت قربانیوں کے لئے تیار ہو۔

(۴) چوتھی چیز روح اور جان ہے، اسے اللہ کے ہاتھ فروخت کرنا پڑے گا اور ان شاء اللہ تعالیٰ یہ ایک کامیاب سودا ہوگا، اگر اللہ تعالیٰ اتنی ہمت عطا کرے کہ اس راہ کا راہی اسے اپنی ہتھیلیوں پر لے کر چلے کہ اسے بخوشی بوقت ضرورت قربان کرسکے تو اس میں دو رائے نہیں کہ اس کا یہ عزم اور یہ ارادہ پایۂ تکمیل تک پہنچنے سے رہ جائے اور اس کی یہ خواہش اور یہ دعا درِ قبولیت سے ٹکرا دی جائے، اقبال مرحوم نے بڑے سوز سے کہا تھا ۔

چہ باید مرد را طبع بلندے مشرب نابے
دلِ گرمے نگاہِ پاک بینے جانِ بیتابے

مُنوّر حسین فلاحی

مُسلمانانِ چین کا ماضی اور حال

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی اصلاح و تربیت کیلئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا، چونکہ آپ ساری دنیا کے لئے نبی اور ہادی بنا کر بھیجے گئے تھے، دیگر انبیاء علیہم السلام کسی ایک قوم یا کسی ایک نسل کے لئے مخصوص ہوا کرتے تھے، اس حیثیت سے آپ کا فرض تھا کہ آپ کے لئے جہاں تک ممکن ہو لوگوں کو اللہ کی طرف بلانے کا کام کرتے رہیں، چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تیئیس سالہ زندگی میں جس طرح اسلام کی دعوت اور اللہ کی طرف بلانے کا کام کیا، اسی طرح آپ نے یہ بھی کام انجام دیا کہ جب اسلام مکہ و مدینہ اور اس کے گرد و نواح میں پھیل چکا اور یہ سب علاقے مسلمانوں کے زیر اقتدار آ گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے ممالک کے بادشاہوں اور فرماں رواؤں کے پاس بھی اسلام کی دعوت کے خطوط بھیجے، اس میں سے بعض حاکموں نے تو آپ کی تصدیق کی اور بہتوں نے اس کو ٹھکرا بھی دیا، جنھوں نے ٹھکرا دیا ان سے آپ نے جنگیں بھی کیں، غرضیکہ آپ سے جہاں تک ہو سکا آپ نے اس کام کو انجام دیا اور جب آپ کا اس دنیا سے وقتِ رحلت قریب آیا تو آپ نے اس بار کو امتِ مسلمہ کے سر ڈالا۔ چنانچہ آپ جہانِ فانی سے کوچ کر گئے تو آپ کے بعد بھی اس دعوت کا کام جاری رہا اور مختلف ممالک میں قاصد اور خطوط بغرضِ دعوت جاتے رہے، ان قاصدوں میں سے ایک وہاب بن ابی کبشہ تھے جن کو چین کے فرماں رواں کے پاس قاصد بنا کر بھیجا گیا تھا، انھیں سنہ ۱۶ھ مطابق سنہ ۶۳۷ء میں وہاں بھیجا گیا تا کہ وہ وہاں جا کر ان کو اپنے دین کی تعلیمات سے آگاہ کریں اور ان کے سامنے اپنے مطالبات رکھیں، جب وہ شاہِ چین کے پاس گئے اور ان کو اپنے دین کی تعلیمات و ہدایات سے آگاہ کیا تو شاہِ چین نے ان کا اور ان کے ساتھیوں کا بہت خوشی خوشی استقبال کیا، انھیں اپنے یہاں سکونت اختیار کرنے، اپنے دین کی طرف بلانے اور دین کی تعلیم دینے کی اجازت دے دی، نیز ان کو اس بات کی بھی اجازت دیدی کہ وہ یہاں پر خوشی خوشی تجارت وغیرہ کریں، وہ ایک مسجد بھی بنا لیں اور پر سکون و اطمینان کے ساتھ کھلم کھلا اپنے دین کو پھیلائیں، بالآخر وہاں رہنے لگے اور انھوں نے اپنا کاروبار بھی وہاں شروع کر دیا اور دین کی طرف دعوت دینے کا کام اور مسجدوں کی تعمیر بھی شروع کر دی۔

چونکہ مسلمان وہاں کاروبار اور تجارت وغیرہ کرتے تھے، اس لئے وہاں کے لوگوں سے ان کے کافی روابط تھے، جب ان لوگوں نے ان کی ایمانداری کو دیکھا تو ان کے اخلاق و کردار اور ان کی سیرت سے بہت متاثر ہوئے

اس طرح اسلام کو وہاں پنپنے کا زیادہ موقع ملا اور اسلام تیزی کے ساتھ پھیلنے لگا، لوگ کثیر تعداد میں اسلام قبول کرنے لگے، عربوں نے اور بھی ذوق و شوق سے کام لیا اور اسلام کی تعلیم دینی شروع کر دی، عبادت خانے اور مسجدیں بھی تعمیر کرتے رہے اور ساتھ ہی ساتھ اپنا کاروبار وغیرہ بھی کرتے رہے، ان تمام کاموں کو انھوں نے برابر جاری رکھا یہاں تک کہ آٹھویں اور دسویں صدی کے درمیان اسلام وہاں مستحکم ہو گیا تھا، مسلمانوں کی تعداد روز بروز بڑھتی رہی اور عربوں کے اچھے اخلاق و کردار اور ان کی ایمانداری کو خوب شہرت ہوئی، چونکہ وہ اپنی ایمانداری میں مشہور و معروف تھے ہی، اس کے علاوہ وہ جسمانی ساخت کے لحاظ سے مضبوط اور طاقتور بھی تھے، اس لئے وہاں کی حکومت نے ان کو پولیس اور ملٹری کے شعبوں اور نظم ملک کے معزز عہدوں پر مقرر کرنا شروع کر دیا، اس طرح ایک طرف تو مسلمانوں نے اپنے دین کو پھیلانے میں کافی کامیابی حاصل کی، ان کے دین کو کافی اثر و رسوخ حاصل ہوا اور بہت سے لوگ اس دین کو قبول کرنے لگے، دوسری طرف انھوں نے یہ بھی ترقی کی کہ اپنے اچھے اخلاق و کردار اور اپنی ایمانداری و طاقت و قوت کی بنا پر نظم و نسق کے مختلف شعبوں کے معزز عہدے پر بھی مقرر کئے جانے لگے، کوئی تو پولیس و ملٹری کے شعبوں کے عہدے پر نامزد کیا گیا اور کوئی امن عامہ کے معزز منصب پر، یہاں تک کہ ۱۳۳۲ء میں ایک عبدالرحمٰن نامی شخص حکومتی خزانے کے آفیسر انچارج مقرر ہوئے اس طرح آگے چل کر اسلام نے ملک چین کی مختلف ریاستوں میں خوب ترقی حاصل کر لی۔

چونکہ مسلمانوں کا طور طریق، ان کا رہن سہن اور ان کے عادات و اطوار بہت بالا تھے، اس کی بنا پر وہاں کا فرمانروا بھی اثر لئے بغیر نہ رہ سکا، بالآخر اس نے ۱۷۳۱ء میں ایک فرمان جاری کیا کہ چینی مسلمانوں کا عمومی طور طریق اور طرز معاشرت بہت عمدہ ہے اور ان کا مذہب اس ملک کے انتظامی قوانین سے تصادم کے لئے برسر اقتدار نہیں آیا ہے، اس لئے انھیں حکومت کی حمایت برابر جاری رکھنی چاہئے اس موقع سے مسلمانوں نے کافی فائدہ اٹھایا اور اپنے عمدہ اخلاق، اعلیٰ کردار اور پر امن روش کی بنا پر چین میں اسلام کا پرچم لہرا دیا، انھوں نے وہاں کے نظم و نسق وزارت و حکومت میں بھی حصہ لیا اور بہت دنوں تک وہاں کے معزز عہدوں پر فائز رہے۔

لیکن آہ! بدقسمتی سے اس غلبۂ قوت کے بعد پچھلے تیس سالوں کے درمیان انھیں ایسا انقلاب بھی دیکھنا پڑا جو ان کے لئے کافی نقصان دہ نہیں، بلکہ انھیں جڑ سے اکھاڑ دینے والا تھا۔

یہ حادثہ یوں ہوا کہ دوسری عالمی جنگ تک تو مسلمان چین میں آرام و چین سے اپنا کام کرتے رہے لیکن جنگ کے بعد چین میں کمیونسٹوں کی آمد شروع ہوئی اور آہستہ آہستہ وہ برسر اقتدار ہو گئے، چونکہ کمیونزم کے علمبردار مذاہب کے پکے دشمن ہوتے ہیں، وہ خدا کو تسلیم نہیں کرتے اس لئے انھیں وہاں پر مسلمانوں کے وجود سے ایک قسم کی چڑ سی پیدا ہو گئی، اس طرح انھوں نے سرزمین چین سے مسلمانوں کو ختم کر دینے کے لئے طرح طرح کے وحشیانہ و غیر مہذب طریقے اختیار کئے، ان طریقوں کا ذکر تو تفصیلی مضامین یا کتب میں ملے گا، یہاں اس چھوٹے سے مضمون میں اس کی گنجائش نہیں کہ اس پر تفصیل سے روشنی ڈالی جائے، مگر چند بطور نمونہ آگے پیش کئے جائیں گے۔

بتایا جاتا ہے کہ دوسری عالمی جنگ سے پہلے چین میں مسلمانوں کی مجموعی تعداد پانچ کروڑ تھی، جبکہ چین کی کل آبادی ۴۵ کروڑ کے لگ بھگ تھی لیکن ۱۹۵۳ء

کی مردم شماری کے مطابق جبکہ چین کی پوری آبادی بڑھ کر ساٹھ کروڑ کے قریب پہنچ گئی، اس وقت مسلمانوں کی آبادی گھٹ کر صرف ایک کروڑ رہ گئی، در حقیقت مسلمانوں کی آبادی کے زوال کا سبب یہ ہوا کہ چین میں کمیونسٹ برسرِ اقتدار ہو گئے اور جب وہاں کا انہیں اقتدار حاصل ہو گیا تو انھوں نے وہاں سے مسلمانوں کو نیست و نابود کر دینے کے لئے مختلف قسموں کے وحشیانہ طریقے اختیار کئے، علمبردارانِ کمیونزم نے چین میں مسلمانوں کی تعداد اور قوت کمزور کرنے کے لئے جو راہیں اختیار کیں مختصراً ان کا ذکر ہم یہاں کریں گے۔

پرانی تاریخی دستاویزوں سے یہ بات بھی معلوم ہوئی ہے کہ دوسری عالمی جنگ سے پہلے چین میں پانچ ہزار مسجدیں تھیں، کمیونسٹوں نے برسرِ اقتدار آتے ہی ان میں آدھی مسجدوں کو زبردستی کارخانوں اور تجارتی عمارتوں میں تبدیل کر دیا اور مسلمان بچوں کو دین کی تعلیم کے بجائے کمیونزم اور خدا پرستی کی جگہ مادہ پرستی کی تعلیم دی جانے لگی، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اب ملک چین میں مسلمانوں کا کوئی بھی رسالہ یا لٹریچر موجود نہیں رہا ہے۔ مسلمانوں کی آبادی کی آبادی ختم ہو جانے کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ان کی آئندہ نسل کا سلسلہ بالکل منقطع کر دیا گیا کہ اب مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ جو بچے بھی مسلمان گھروں میں پیدا ہوں گے، ان کو کمیونزم اور مادہ پرستی کی تعلیم دی جائے گی اس طرح وہ مسلمان ہونے کے بجائے کمیونسٹ اور دہریہ بنیں گے، اس طرح ایک طرف تو مسلمان بچوں کے دینی تعلیم کا قلع قمع کر دیا اور دوسری طرف مسلمانوں کے عبادت خانوں (مسجدوں) پر بھی حملہ کیا اور اس میں سے سیکڑوں کو کارخانوں اور تجارتی منڈیوں میں زبردستی تبدیل کروا دیا اور چین کے دارالسلطنت پیکنگ میں ایک جامع مسجد تھی اس پر Red guards نے قبضہ کر لیا اور اسے بند کر دیا تاکہ مسلمان لوگ اس میں بھی نماز نہ پڑھ سکیں چنانچہ کچھ لوگوں نے مسجد کو Red guards سے چھڑانے اور کھلوانے کی کوشش کی تاکہ وہ اس میں نمازیں ادا کر سکیں تو Red guards نے وحشیوں اور درندوں کی طرح ان تمام لوگوں کی بری طرح خونریزی کی جو اس کوشش میں لگے ہوئے تھے، اس طرح کے واقعات دوسری جگہوں پر بھی پیش آئے اور کمیونسٹوں نے ان کے ساتھ بھی یہی کیا جتنے بھی مخالف تھے سب کو قتل کر ڈالا اور پیکنگ کی جامع مسجد کے امام کو بھی بری طرح مارا، اسی طرح ایک چینی مسلمان جو عالمِ دین بھی تھے، انھوں نے قرآن کا چینی زبان میں ترجمہ کیا جس کی وجہ سے ان کے ساتھ بہت برا سلوک کیا گیا اور ان کی بہت توہین بھی کی گئی، غرض کہ جو بھی دینی معاملے میں ذرا بھی کوئی قدم اٹھاتا اس کے ساتھ یہی برتاؤ کیا جاتا، مسلمان آبادی کے کم ہونے کی دوسری وجہ یہ بھی تھی کہ جو بھی دین کے کام کے لئے کوئی قدم اٹھانے کی کوشش کرتا یا کسی بھی دینی معاملے میں کمیونسٹوں کی مخالفت کرتا تو ان سب کو بلا تامل بے رحمی سے قتل کر دیا جاتا۔

یہ بہت ہی افسوس ناک بات ہے کہ مسلمانانِ چین پر چینی کمیونسٹوں کے ان ظالمانہ اقدامات کے باوجود مسلم ممالک بالکل چپ چاپ اور خاموش بیٹھے ہیں اور ان کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کرتے، صرف چند ہی اسلامی ادارے اور مسلم شخصیتیں ہیں جو ان کے خلاف احتجاج کر رہی ہیں لیکن صرف احتجاج ہی کافی نہیں ہے بلکہ اس معاملہ پر کافی توجہ کرنے کی ضرورت ہے، ساتھ ہی یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے کہ اس معاملہ پر توجہ دینا اور اس ظلم کے خلاف آواز اٹھانا صرف مسلم ممالک ہی کا تنہا فرض نہیں ہے، بلکہ اقوامِ متحدہ کو بھی اس پر توجہ دینے کی ضرورت ہے، مزید برآں ہر شخص کو اس معاملہ میں کوشش ہونا چاہئے جو اپنے اندر دل و دماغ رکھتا ہے۔

(عربی سے ترجمہ)

جامعہ کی خبریں

مولانا سید حامد علی صاحب کی تقریر!

۲۷ر ذی الحجہ مطابق ۲۹ر نومبر کو جماعت اسلامی ہند کے سکریٹری جنرل مولانا سید حامد علی صاحب جامعہ میں تشریف لائے، طلبہ و اساتذہ سے ملاقاتیں کیں، ایک میٹنگ میں طلبہ کو خطاب بھی کیا، انھیں تعلیم و تربیت کی طرف متوجہ رہنے اور اساتذہ کا احترام کرنے کی تلقین کی۔ آپ نے فرمایا کہ ایک صالح سوسائٹی کا قیام اسی وقت ممکن ہے جب کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث شریف "من لم یرحم صغیرنا ولم یوقر کبیرنا" پر پوری طرح عمل کیا جائے۔ جب تک بڑوں کا ادب و احترام نہیں کیا جائے گا چھوٹوں سے شفقت و محبت کا برتاؤ روا نہیں رکھا جائے گا اس وقت تک کوئی بھی صالح معاشرہ وجود میں نہیں آسکتا۔ ضرورت ہے کہ ہر ایک اپنے دائرۂ کار میں رہ کر تعلیم و تربیت اور اصلاح کی طرف خصوصی توجہ دے۔

خواتین و طالبات کو خطاب:- مولانا محترم نے اسی دن جامعۃ الفلاح کے مدرسۃ نسواں میں شہر کی معزز خواتین اور طالبات سے خصوصی خطاب فرمایا، خواتین کی کافی تعداد مدرسہ میں پہونچ گئی تھی حتی کہ لاؤڈ اسپیکر استعمال کرنے کی ضرورت پڑ گئی۔ مولانا محترم نے اسلام میں خواتین کی حیثیت، معاشرہ کی تعمیر میں ان کا کردار اور ان کی ذمہ داریوں کی طرف نشاندہی کی۔ انھیں اصلاح و تعمیر کا کام کرنے کی طرف توجہ دلائی۔ آپ نے فرمایا کہ ہماری مائیں جب اپنے بچوں کو دودھ پلائیں تو اس کے ساتھ ہی اسلامی غیرت و حمیت کے جذبات بھی اپنی چھاتیوں سے بچے کی حلق میں اتارنے کی کوشش کریں، ان کا گھر ایسا قلعہ بن جائے جہاں سے اسلام کے پاسبان اور ملت کے محافظ نکلیں، وہ اسلامی تعلیمات سے واقف اور اپنے نبی الامین سے سچا عشق رکھنے والے بچے پرورش کریں تاکہ آگے چل کر وہ ملک و ملت کی تعمیر کا کام کر سکیں، آخر میں آپ نے طالبات کو ان کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی۔

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی آمد!

۹ر محرم مطابق ۱۰ر دسمبر کو مولانا سید ابوالحسن علی ندوی جامعۃ الفلاح میں تشریف لائے، ان کے ساتھ مولانا محمد رابع ندوی، اور جواہر لال نہرو یونیورسٹی شعبہ عربی کے لکچرر جناب ابوبکر الحسنی صاحب بھی تھے، مولانا موصوف

کے اعزاز میں ایک پارٹی کا اہتمام کیا گیا جس میں تمام طلبہ واساتذہ نے شرکت کی۔ اس موقع پر مولانا موصوف نے طلبہ کو چند نصیحتیں بھی کیں، آپ نے فرمایا کہ آپ حضرات تعلیمی میدان میں بہت اہم کارنامے انجام دے سکتے ہیں۔ اعظم گڑھ میں بڑی بلند و بالا شخصیتیں پیدا ہوئیں، جنہوں نے علوم اسلامی اور ملت اسلامیہ میں روح پھونک دی، آپ حضرات بھی اگر خلوص و لگن سے کام کرتے رہے تو ہندوستان کی تاریخ بدل سکتے ہیں۔

اگر آپ عربی ادب میں مہارت پیدا کرنا چاہتے ہیں تو ضروری ہے کہ کثیر التصانیف کسی عربی ادیب کی کتابیں پڑھیں جس کا سب سے بہتر طریقہ ہے کہ ایک وقت میں آپ ایک ہی مصنف کی کتابیں پڑھیں، اس کے طرز فکر کو طرز نگارش کو، اسلوب بیان کو گھول کر پینے کی کوشش کریں، ایسا نہ ہو کر تفریح طبع کے طور پر مختلف مصنفین کی کتابوں کی خاک چھانتے رہیں، اس سے آپ کے ذہن میں کسی کا بھی نقش قائم نہیں ہو پاتا، کسی کا بھی فکر قدم نہیں جما پاتا کہ جب تک دوسرا مصنف اس کی جگہ لینے کی کوشش کرنے لگتا ہے، جیسے کوئی بھی پھولوں کی بہار دیکھے، ہر غنچہ پر بیٹھے، لیکن گل چینی نہ کرے۔ ظاہر ہے وہ کبھی شہد نہیں دے سکتی۔ آپ حضرات "ذوقی" چھوڑ دیں، جس مصنف کی کتابیں پڑھیں، اس کا ادب و احترام بھی کریں، اس کی جانب سے اعتماد و وقعت بھی آپ کے دل میں ہونی چاہئے۔

.... ہوں گے بال و پر پیدا!

دارلحرم مطابق اار دسمبر کو آج دار المصنفین اعظم گڑھ سے مولانا عبد السلام قدوائی ندوی، محترم سید صباح الدین عبدالرحمٰن صاحب، نواب عبید اللہ خاں شیروانی سابق وائس چانسلر علی گڑھ اور جناب محمد طاہر صاحب لیکچرر شعبہ اردو شبلی کالج جامعہ میں تشریف لائے، طلبہ کی محفل شہادت حسین میں شرکت فرمائی، سبھی حضرات نے اپنے تاثرات پیش فرمائے، مولانا عبد السلام قدوائی نے خطاب فرماتے ہوئے کہا کہ اگر جامعہ کے ذمہ داروں میں وہ خلوص و لگن اور للّٰہیت باقی رہی جو اس وقت موجود ہے تو ان شاء اللہ جامعۃ الفلاح ایک دن ملک کی عظیم ترین درسگاہ بن جائیگا، جہاں سے علم و عمل اور استقلالی قوت سے لیس ہو کر مجاہدین نکلیں گے اور اسلام کے مورچوں کو سنبھالنے کی کوشش کریں گے۔ حرم و استحکام اور اعتماد علی اللہ یہ دونوں چیزیں مل کر کسی کام کی انجام دہی کا ذریعہ بنتی ہیں۔ آپ حضرات باہمی اختلافات سے بچتے ہوئے اپنا کام جاری رکھیں۔

اگر اڑنے کی دھن ہوگی تو ہوں گے بال و پر پیدا

محترم سید صباح الدین صاحب نے عربی مدارس کی اہمیت پر بڑے دل نشین انداز میں روشنی ڈالی۔ آپ نے فرمایا کہ اسلام کے نگہبان، مدعی حالات، رجز خوان عربی مدارس کے طلبہ ہی ہوتے ہیں، بشرطیکہ ان میں خلوص عمل اور اخلاص اور سیاسی بصیرت موجود ہو۔

محترم نواب شیروانی صاحب نے بھی اخلاص و للّٰہیت اور حسن نیت پر زور دیا اور جامعہ کی ترقی و کامیابی کے لئے دعائیں کیں۔

ادارہ حیات نو ان تمام حضرات کا صمیم قلب سے شکریہ ادا کرتا ہے اور امید کرتا ہے کہ یہ اسلامی شخصیتیں ہمیں آئندہ بھی فیضیاب ہونے کا موقع دیتی رہیں گی۔

خط و کتابت کرتے وقت اپنا پتہ لکھنا ہرگز نہ بھولیں۔

اِسلام

ایک اُبھرتی ہوئی طاقت

دلیلِ صبح روشن ہے ستاروں کی تنک تابی
افق سے آفتاب ابھرا گیا دورِ گراں خوابی

بیسویں صدی کے اس دور میں اسلام ایک زندہ طاقت بنتا جا رہا ہے، بقول مولانا عنایت اللہ سبحانی "آج مادیت کا مارا ہوا مغربی نوجوان اسلام کی طرف اس طرح لپک رہا ہے، جیسے کوئی سوختہ جاں تشنہ لب آبِ زلال پر ٹوٹا پڑ رہا ہو"

ایک نوخیز مصنف عبید اللہ فہد فلاحی نے اپنی کتاب "اسلام — ایک ابھرتی ہوئی طاقت" میں پوری دنیا میں اسلام کی طرف اٹھتی ہوئی پیاسی نگاہوں کا جائزہ لیا ہے۔ کتاب کی اہمیت کا اندازہ اس کے عناوین سے لگایا جا سکتا ہے۔

- ترکی میں اسلامی دعوت
- مصر میں ہو رہا ہے جہانِ نو پیدا
- سوڈان بھی انگڑائی لے رہا ہے
- ملیشیا — اسلام کی چھاؤنی بننے کے لئے تیار
- امریکہ — اسلام کی گود میں
- برطانیہ میں اسلامی دعوت کی اشاعت
- افریقہ میں اسلام بیدار ہو رہا ہے
- جاپان — مستقبل قریب میں اسلام کا قلعہ
- روس — مذہب کی طرف پلٹ رہا ہے
- بنگلہ دیش — بوئے حجاز آج اس کی ہواؤں میں ہے
- پاکستان اور اسلامی نظام کا نفاذ
- ہندوستان میں اقامتِ دین کے لئے جد و جہد جاری۔

کتاب کے آغاز میں مولانا عنایت اللہ سبحانی کا گراں قدر پیش لفظ۔

دیدہ زیب کتابت، روشن طباعت، خوبصورت جاذبِ نظر ٹائٹل، ۶۸ صفحات، قیمت ۲/۵۰۔

اِسلامک پبلشرز، رام پور (یو۔پی)

انجمن طلبۂ قدیم کے اغراض و مقاصد

(۱) فارغین جامعہ کو مقاصدِ جامعہ کے حصول کے لئے منظم کرنا۔

(۲) ان کی صلاحیتوں کو ان مقاصد کے لئے زیادہ سے زیادہ موثر اور مفید بنانے کی تدابیر اختیار کرنا۔

(۳) جامعہ کی تعمیر و ترقی میں ذمہ داران جامعہ کے ساتھ تعاون کرنا

(۴) مقاصد جامعہ کے حصول کے لئے دیگر دینی و تعلیمی اداروں سے ربط رکھنا اور ان کا تعاون حاصل کرنے کی کوشش کرنا۔

تشریح دفعہ نمبر (۳) :- (۱) میں مقاصد جامعہ سے مراد دستور جامعۃ الفلاح کی دفعہ (۳) کے مذکورہ اغراض و مقاصد ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں :-

(۱) ایسے افراد تیار کرنا :-

ا۔ جو قرآن و سنت کا گہرا علم اور صحیح دینی بصیرت رکھتے ہوں۔

ب۔ جن کی نظر وقت کے اہم مسائل پر بھی ہو اور جو غیر اسلامی نظریات سے بخوبی واقف ہوں۔

ج۔ جو اسلامی اخلاق و کردار کے حامل ہوں

د۔ جن میں احیائے دین اور اعلائے کلمۃ اللہ کا صحیح جذبہ ہو۔

ہ۔ جو گروہی، جماعتی اور فقہی اختلافات سے بالاتر ہو کر وسعتِ قلب و نظر کے ساتھ معاشرے کی اصلاح و تعمیر کا فریضہ انجام دے سکیں۔

(۲) ایسا نصاب تعلیم زیر عمل لانا جس میں دینی اور دنیوی تعلیم کا بہترین امتزاج ہو۔

(دستور انجمن طلبۂ قدیم)